جامع المنطق

مؤلف

عبدالعظیم سعیدی بڈھاکھیڑوی

متدرس دارالعلوم دیوبند

محشی:

محمد مذکر سہارنپوری

مکتبہ سعیدیہ سہارنپور یوپی

جامع المنطق

مؤلف:

عبدالعظیم سعیدی بڈھاکھیڑوی

متدرس: دارالعلوم دیوبند

محشی:

محمد مذکر سہارنپوری

ناشر:

عبدالعظیم سعیدی

Mob. 8535013124

Email. aazeemsaeedi949@gmail.com

تفصیلات

نام کتاب ---------- جامع المنطق

مصنف ----------- عبدالعظیم سعیدی بڈھاکھیڑوی

محشی ------------ محمد مذکر سہارنپوری

ناشر ------------ مکتبہ سعیدیہ سہارنپور

کمپوزنگ وسیٹنگ --- خود مؤلف (دلائٹ کمپیوٹر سینٹر دیوبند کا تلمیذ)

باہتمام ----------- محمد فاروق سعیدی بڈھاکھیڑوی

سن اشاعت ------- ۱۴۴۰ھ بمطابق ۲۰۱۸ء

صفحات ---------- ۱۵۰

قیمت ------------

ملنے کے پتے:

مکتبہ سعیدیہ سہارنپور

یوپی ہندوستان 8535013124

سہارنپور و دیوبند کے تمام معیاری کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

فہرست عناوین

جامع المنطق

اعترافِ حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ کَانَ نَبِیّاً وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ أَمَّا بَعْدُ:

درحقیقت ناچیز کوکوئی ذاتی اہلیت تو حاصل نہیں جو کچھ ان صفحات میں بکھیرا ہے وہ سب میرے اساتذۂ کرام۔اللہ ان کے سایۂ عاطفت کوتادیر رکھے۔کے فیوض و برکات ہیں، جنکے اسماءِ گرامی میں ازراہِ تبرک یہاں ذکر کرر ہا ہوں۔مولانا زکریا صاحب کیرانوی جن سے میں نے ''المنطق'' پڑھی ہے،اور مولانا غیور صاحب ماہی کوٹوی جن سے میں ''شرح تہذیب پڑھی ہے اور مولانا ابوالکلام صاحب نوادوی جن سے میں نے ''قطبی'' پڑھی ہے اور مولانا طٰہٰ صاحب نوادوی جن سے میں نے ''سلم العلوم'' پڑھی ہے،ان حضرات سے حاصل شدہ موتیوں اور اکابر کی کتابوں میں موجود جواہرات کو ایک لڑی میں پروکر میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے،میرا اپنا کچھ نہیں ہے سوائے اسکے کہ میں نے ان بیش قیمتی موتیوں کو اپنے آسان الفاظ کے سانچے میں ڈھال دیا ہے

چونکہ میں ایک بے علم شخص ہوں اسلئے غلطی کا احتمال ہے اسلئے اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کر لی جائے۔

نیز میرے والدین کے بے پایہ احسانات اور انکی دعاؤں سے میں نے یہ جسارت کی ہے اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ ان کے لئے صحت و عافیت اور حسنِ عاقبت کی دعا کریں اور مجھے بھی اپنی مقبول دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فقط والسلام

عبدالعظیم سعیدی بڈھاکھیڑوی سہارنپوری

غُفِرَ لَہٗ وَلِوَالِدَیْہِ

خصوصیات

(۱) اس کتاب میں پورا فنِ منطق بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اسلئے یہ ''المنطق، شرح تہذیب، قطبی اور سلم کے طلبہ کے لئے یکساں مفید ہے۔

(۲) ہر مضمون کے تحت ''وضاحت'' کے عنوان سے ایک تفصیل پیش کی گئی ہے جو اس فن کو انتہائی آسان اور سہل بنادیتی ہے۔

(۳) حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ نہایت آسان ہوں تا کہ ہر طالبِ علم کماحقہٗ فائدہ اٹھا سکے۔

(۴) ہر تعریف کی مثال بیان کر کے تعریف کا اس مثال پر انطباق کیا گیا ہے، جس سے یہ فن طلبہ کے لئے غایت درجہ آسان اور واضح ہو گیا ہے۔

(۵) ''شرح تہذیب، قطبی اور سلم'' میں سے جو مضمون جس میں زیادہ محقق ہے اسی کو لیا گیا ہے، غیر محقق مضامین سے بالکلیہ احتراز کیا گیا ہے۔

(۶) ''المنطق'' وغیرہ میں جو غلطیاں ہیں انکی تصحیح کردی گئی ہے۔

ہدایات

(۱) اس کتاب کے تمام مضامین کو حفظ کر لینا ہے سوائے اس تفصیل کے جو ''وضاحت'' کے عنوان کے تحت پیش کی گئی ہے اسے خوب سمجھ کر پڑھنا ہے حفظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) جب تک ایک بات کامل طور پر سمجھ میں نہ آجائے تب تک آگے نہیں بڑھنا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائی باتیں

علمِ منطق کی تعریف:

منطق کے لغوی معنی ''گفتگو کرنا'' ہے جب کہ اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے: ''عِلْمٌ بِقَوَانِيْنَ تَعْصِمُ مُرَاعَاتُهَا الذِّهْنَ عَنِ الْخَطَاءِ فِيْ الْفِكْرِ ''یعنی ایسے قوانین کا جاننا جن کا لحاظ ذہن کو غور وفکر میں غلطی سے بچالے۔

موضوع معرف اور حجت ہیں:

معرِّف: وہ معلوماتِ تصوریہ ہیں جن سے مجہولاتِ تصوریہ حاصل ہوں۔

وضاحت: جیسے کسی کو حیوان (جاندار) اور ناطق (عقلمند) کا علم ہے اسنے ان دونوں کو ملایا تو حَيَوَانٌ نَاطِقٌ ہوا یعنی وہ جاندار مخلوق جو عقلِ کامل رکھنے والی ہے، تو اس سے اسکو ''انسان'' نامعلوم کا علم حاصل ہوگیا تو حَيَوَانٌ نَاطِقٌ انسان کی تعریف ہے، اسکو انسان کا معرِّف بھی کہتے ہیں، اور اسی کو قولِ شارح بھی کہتے ہیں یعنی وضاحت کرنے والی بات۔

حجّت: وہ معلوماتِ تصدیقیہ ہیں جن سے مجہولاتِ تصدیقیہ حاصل ہوں۔

وضاحت: جیسے کسی کو معلوم ہے کہ ''انسان جاندار ہے'' اور یہ بھی معلوم ہے کہ ''ہر جاندار جسم والا ہے'' پس جب وہ ان دونوں باتوں کو ملائے گا تو اسکو اس بات کا علم ہو جائیگا کہ ''انسان جسم والا ہے''۔

غرض وغایت:

کسی چیز میں غور فکر کرتے وقت ذہن کو غلطی سے بچانا۔

واضع:

علمِ منطق کو سب سے پہلے ارسطو نے سکندر رومی کے حکم سے وضع کیا۔

وجہ تسمیہ:

منطق مصدر میمی ہے جس کے معنی ہے ''گفتگو کرنا''۔ کیونکہ یہ علم، ظاہری اور باطنی نطق میں نکھار پیدا کرتا ہے اسلئے اسے منطق کہتے ہیں۔نطقِ ظاہری (تکلم) میں نکھار سے مراد ہے کہ اس علم کا جاننے والا دوسروں کے مقابلے میں اچھے انداز سے گفتگو کرسکتا ہے۔اورنطقِ باطنی (ادراک) میں نکھار سے مراد یہ ہے کہ اس علم کا جاننے والا اشیاء کے حقائق یعنی ان کی اجناس اور فصول وغیرہ سے واقف ہو جاتا ہے۔

نوٹ: اس علم کو ''علمِ میزان'' (ترازو) بھی کہتے ہیں کیونکہ اس علم کے ذریعے عقل، صحیح اور غلط فکروں میں موازنہ کرتی ہے۔اسی طرح اس علم کو ''علمِ آلی'' بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دوسرے علوم کو حاصل کرنے کیلئے آلہ (ذریعہ) کی حیثیت رکھتا ہے۔

علم اور اس کی اقسام

علم کی تعریف:

علم کے لغوی معنی ''جاننا'' ہے اور اصطلاح میں علم کی تعریف یہ ہے: ''حُصُوْلُ صُوْرَةِ الشَّيْءِ فِيْ الْعَقْلِ ''یعنی کسی شے کی صورت کا ذہن میں آنا جیسے کسی نے بولا ''زید'' اور ذہن میں اسکی صورت آگئی تو یہ زید کا علم ہے۔اسے تصورِ مطلق بھی کہتے ہیں۔

علم کی اقسام

علم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تصورِ فقط (تصورِ سازَج)، (۲) تصدیق (تصور مع الحکم)

۱-تصور فقط: وہ علم ہے جس میں نسبتِ تامہ خبریہ کا اعتقاد نہ ہو یا جس میں کوئی حکمِ خبری نہ ہو جیسے **عثمان** ،**غلامُ زیدٍ**، **کُلِ الطَّعَامَ** (کھانا کھالیجئے)۔

وضاحت: اب تصور کے پائے جانے کی کئی صورتیں ہیں (۱) نسبت ہی نہ ہو جیسے **عثمان** ، کہ اسمیں کوئی نسبت ہی نہیں۔(۲) نسبت تو ہو مگر تامہ نہ ہو جیسے **غلامُ زیدٍ**، کہ اسمیں غلام کی زید کی طرف نسبت تو کی گئی ہے مگر یہ نسبت، تامہ نہیں ہے کیونکہ اس سے پوری بات معلوم نہیں ہورہی ہے۔(۳) نسبت، تامہ تو ہو مگر خبریہ نہ ہو جیسے **کُلِ الطَّعَامَ**، کہ اسمیں نسبت تو تامہ ہے کیونکہ اس سے پوری بات ہورہی ہے کہ ''کھانا کھالو'' مگر یہ نسبت خبریہ نہیں ہے بلکہ انشائیہ ہے کیونکہ یہ امر ہے۔ یہ تینوں صورتیں تصور کی ہیں۔

فائدہ: حکمِ خبری بھی نسبتِ تامہ خبریہ کو ہی کہتے ہیں۔

۲-تصدیق : وہ علم ہے جس میں نسبتِ تامہ خبریہ کا اعتقاد ہو یا جس میں کوئی حکمِ خبری ہو جیسے **اَللّٰہُ غَفُوْرٌ** (اللہ غفور ہے)۔

وضاحت : اس مثال میں حکمِ خبری ہے کیونکہ اسمیں اللہ کے معاف کرنے والا ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

حکم کی تعریف:

''**نِسْبَةُ أَمْرٍ اِلٰی أَمْرٍ آخَرَ اِیْجَاباً اَوْ سَلْباً**'' ایک چیز کی دوسری چیز کی طرف نسبت کرنا خواہ وہ نسبت ایجابی ہو یا سلبی جیسے: **زَیْدٌ عاقِلٌ** اور **زَیْدٌ لَیْسَ بِعَاقِلٍ**.

نسبتِ ایجابی:

ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کرنا جیسے: زید کھڑا ہے اس مثال میں کھڑے ہونے کو زید کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

نسبتِ سلبی:

ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کرنا جیسے: زید کھڑا نہیں ہے۔ اس مثال میں کھڑے

ہونے کی زید سے نفی کی گئی ہے۔

تصور وتصدیق کی اقسام

تصور وتصدیق میں سے ہر ایک بدیہی بھی ہوتا ہے اور نظری بھی۔اس طرح ان کی کل چار قسمیں بن جائیں گی۔

(۱) تصورِ بدیہی (۲) تصورِ نظری (۳) تصدیقِ بدیہی (۴) تصدیقِ نظری۔

۱-**تصورِ بدیہی**: ایسی چیز کا جاننا ہے جس کی تعریف کرنے کی ضرورت نہ ہو یعنی پہنچوائے بغیر وہ سمجھ میں آجائے جیسے آگ، پانی، گرمی، سردی کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہوتی سنتے ہی خود بخود یہ چیزیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔

۲-**تصورِ نظری**: ایسی چیز کا جاننا ہے جو تعریف بتائے بغیر سمجھ میں نہ آئے جیسے اسم، فعل، حرف، معرب ومبنی۔

۳-**تصدیقِ بدیہی**: وہ تصدیق ہے جس کی دلیل بیان کرنے کی ضرورت نہ ہو جیسے دو چار کا آدھا ہے اور ایک چار کا چوتھائی ہے۔

۴-**تصدیقِ نظری**: وہ تصدیق ہے جس کی دلیل بیان کرنے کی ضرورت ہو جیسے پریاں موجود ہیں تو اسکو دلیل سے ثابت کرنا پڑیگا دلیل یہ ہے (صغری) پریاں جنوں کی خوبصورت عورتیں ہیں (کبریٰ) جن موجود ہیں (نتیجہ) تو پریاں بھی موجود ہیں۔

منطق کی حاجت

نظریاتِ تصوریہ اور تصدیقیہ کو حاصل کرنے کیلئے نظر وفکر کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر نظر وفکر درست نہیں ہوتی بلکہ نظر وفکر میں غلطی واقع ہوسکتی ہے۔اور یہ غلطی انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ عالم قدیم ہے (ہمیشہ سے ہے اور کبھی فنا نہیں ہوگا) وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ

عالم مؤثر سے مستغنی ہے(یعنی کوئی عالَم کونہیں چلارہا ہے بلکہ یہ نظام خودہی چل رہاہے) اور ہروہ شئی جومؤثر سے مستغنی ہووہ قدیم یعنی ہمیشہ سے ہوتی ہےاور کبھی فنانہیں ہوتی لہٰذا عالم قدیم یعنی ہمیشہ سے ہے اور کبھی فنانہیں ہوگا جب عالم فنانہیں ہوگا تو قیامت نہیں آئیگی۔حالانکہ یہ نظریہ عقائد اسلام کے خلاف ہے کیونکہ عقائد اسلام کے مطابق عالم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔یعنی بعد میں موجود ہوااور ایک دن فنا ہو جائیگا۔اوراس کی دلیل یہ ہے کہ عالم متغیر ہےاور ہر متغیر چیز حادث ہےلہٰذا عالم حادث ہے۔یعنی جوحضرات عالم کے قدیم ہونے (ہمیشہ رہنے) کے قائل ہیں وہ آخرت کے منکر ہوکر دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے۔اس سے معلوم ہوا کہ نظر وفکر میں غلطی واقع ہوسکتی ہےاوراس غلطی سے بچناازحدضروری ہےاور غلطی سے اسی وقت بچاجاسکتا ہے جب ہمیں ایسےقوانین کاعلم ہو جونظر وفکر میں غلطی کی نشاندہی کریں۔ایسےقوانین ''علم منطق'' سے جانے جاتے ہیں۔لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ علم منطق کو جاننا بہت ضروری ہے تاکہ نظر وفکر میں غلطی سے بچاجاسکے۔

مذکورہ بالا گفتگو میں نظر وفکر کالفظ استعمال ہوالہٰذا نظر وفکر کی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔

نظر وفکر کی تعریف:

''تَرْتِيْبُ أُمُوْرٍ مَعْلُوْمَةٍ لِيَتَأَدّٰى ذَالِكَ التَّرْتِيْبُ اِلٰى تَحْصِيْلِ الْمَجْهُوْلِ''

یعنی معلوم چیزوں کواس طرح ترتیب دینا کہ اس ترتیب سے کسی مجہول چیز کا علم حاصل ہو، جیسے ہمیں معلوم ہے کہ''زید ایک محنتی طالبِ علم ہے'' اور یہ بھی معلوم ہے کہ'' ہرمحنتی طالبِ علم کامیاب ہوتا ہے'' جب ہم نے ان دونوں کوترتیب دیا کہ''زید ایک محنتی طالبِ علم ہے''اور ہرمحنتی طالبِ علم کامیاب ہوتا ہے''تو ہمیں تیسری چیز معلوم ہوئی کہ زید کامیاب ہوگا۔

دلالت اور وضع کا بیان

یوں تو اہل منطق کا اصل مقصد معانی کی بحث ہے لیکن منطق کی کتابوں کی ابتداء میں الفاظ اور دلالت کی بحث ضرورت کے پیش نظر لائی جاتی ہے۔ الفاظ کی بحث اس لئے کہ معانی کا سمجھنا اور سمجھانا الفاظ پر موقوف ہے اور دلالت کی بحث اس لئے کہ الفاظ سے صحیح معانی اسی صورت میں سمجھ آسکتے ہیں جب کہ الفاظ کے اپنے معانی پر دلالت کی نوعیت معلوم ہو۔

دلالت کی تعریف:

دلالت کے لغوی معنی اَلْاِرْشَادُ یعنی رہنمائی کرنا، راہ دکھانا ہے اور اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے: کَوْنُ الشَّیِٔ بِحَیْثُ یَلْزَمُ من الْعِلْمِ به العلمُ بِشَیٍٔ آخرَ یعنی کسی چیز کا اس طرح ہونا کہ اس چیز کے جاننے سے دوسری چیز کا علم حاصل ہو جائے دلالت کہلاتا ہے۔ پہلی چیز کو دال (دلالت کرنیوالی) جب کہ دوسری چیز کو مدلول (جس پر دلالت کی گئی) کہتے ہیں۔

وضاحت: جیسے دھوئیں اور آگ کا آپس میں اس طرح کا تعلق ہے کہ جب بھی ہمیں کہیں سے دھواں اُٹھتا ہوا نظر آئے تو ہمیں آگ کا علم حاصل ہو جاتا ہے لہٰذا دھواں دال ہے اور آگ مدلول ہے۔

وضع کی تعریف:

وضع کے لغوی معنی ''رکھنا'' ہے اور اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے: ''تَخْصِیْصُ شَیٍٔ بِشَیٍٔ مَتٰی أُطْلِقَ الشَّیُٔ الْاَوَّلُ فُهِمَ مِنْهُ الشَّیْءُ الثَّانِیْ '' یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ پہلی چیز کے علم سے دوسری چیز کا علم حاصل ہو جائے وضع کہلاتا ہے۔ پہلی کو مَوْضُوْع اور دوسری کو مَوْضُوْع لَهٗ کہا جاتا ہے۔

وضاحت: جیسے لفظ قلم کے جاننے سے ایک لکھنے کے آلہ کا علم حاصل ہوتا ہے اس مثال میں لفظِ قلم موضوع اور "لکھنے کا آلہ" موضوع لہ ہے نیز خاص کرنے والے کو وَاضِع کہا جاتا ہے۔

فائدہ: دلالت تو وضع کے بغیر پائی جاسکتی ہے لیکن وضع دلالت کے بغیر نہیں پائی جاسکتی جیسے: لفظ زید کی دلالت زید کی ذات پر، یہاں وضع بھی ہے اور دلالت بھی، جب کہ دھواں کی دلالت آگ پر یہاں صرف دلالت پائی جارہی ہے وضع نہیں۔

دلالت کی اقسام

دلالت کی دو قسمیں ہیں: (۱) دلالتِ لفظیہ (۲) دلالتِ غیر لفظیہ

۱- **دلالتِ لفظیہ**: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو جیسے لفظ زید کی دلالت اس کی ذات پر۔

۲- **دلالتِ غیر لفظیہ**: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو جیسے: دھویں کی دلالت آگ پر۔

دلالت لفظیہ اور غیر لفظیہ کی اقسام

دلالت لفظیہ اور غیر لفظیہ میں سے ہر ایک کی تین۔تین قسمیں ہیں:

(۱) وضعیہ (۲) طبعیہ (۳) عقلیہ

یوں دلالت کی کل چھ اقسام ہوئیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) دلالتِ لفظیہ وضعیہ

(۲) دلالتِ لفظیہ طبعیہ

(۳) دلالتِ لفظیہ عقلیہ

(۴) دلالتِ غیر لفظیہ وضعیہ

(۵) دلالتِ غیر لفظیہ طبعیہ

(٦) دلالتِ غیر لفظیہ عقلیہ

۱- **دلالتِ لفظیہ وضعیہ**: وہ دلالت لفظیہ ہے جس میں دال لفظ ہو اور وہ اپنے مدلول پر واضع کی وضع کی وجہ سے دلالت کرے۔ جیسے: لفظ زید کی دلالت ذاتِ زید پر۔ کیونکہ واضع نے لفظ زید کو وضع ہی اس لئے کیا ہے کہ یہ ذاتِ زید پر دلالت کرے۔

۲- **دلالتِ لفظیہ طبعیہ**: وہ دلالتِ لفظیہ ہے جس میں دال لفظ ہو اور وہ اپنے مدلول پر طبیعت کے چاہنے کی وجہ سے دلالت کرے جیسے: لفظ اُح اُح کی دلالت سینے کے درد پر۔ کیوں کہ درد کے وقت طبیعت عموماً اس قسم کے الفاظ نکالنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس دلالت میں ''اح اح'' دال اور ''سینے کا درد'' مدلول ہے۔

۳- **دلالتِ لفظیہ عقلیہ**: وہ دلالتِ لفظیہ ہے جس میں دال لفظ ہو اور وہ اپنے مدلول پر محض عقل کے چاہنے کی وجہ سے دلالت کرے اور اس میں وضع اور طبیعت کا دخل نہ ہو۔ جیسے: دیوار کے پیچھے سے سنائی دیئے جانے والے لفظ ''دیز دیز'' کی دلالت بولنے والے کے وجود پر اس مثال میں لفظ ''دیز دیز'' دال اور ''بولنے والے کا وجود'' مدلول ہے۔

لفظ دیز کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر لفظ موضوع بولا جاتا تو دو دلالتیں اکٹھی ہو جاتیں ایک عقلیہ اور دوسری وضعیہ، اس لئے لفظ دیز ذکر کر کے اس بات کو واضح کیا کہ یہ دلالت صرف دلالت لفظیہ عقلیہ ہے نیز دیوار کے پیچھے کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر سامنے ہو تو دلالت نہیں رہے گی بلکہ مشاہدہ ہوگا۔

۴- **دلالتِ غیر لفظیہ وضعیہ**: وہ دلالتِ غیر لفظیہ ہے جس میں دال لفظ نہ ہو اور وہ اپنے مدلول پر واضع کی وضع کیوجہ سے دلالت کرے۔ جیسے سگنل کی لال بتی کی دلالت رُکنے پر، سبز بتی کی دلالت چلنے پر۔

۵- **دلالتِ غیر لفظیہ طبعیہ**: وہ دلالتِ غیر لفظیہ ہے جس میں دال لفظ نہ

ہواور وہ اپنے مدلول پر طبیعت کے چاہنے کی وجہ سے دلالت کرے جیسے: آنسوؤں کے بہنے کی دلالت غم پر۔

۶- **دلالتِ غیر لفظیہ عقلیہ** :وہ دلالت غیر لفظیہ ہے جس میں دال لفظ نہ ہو اور وہ اپنے مدلول پر محض عقل کے چاہنے کی وجہ سے دلالت کرے اور اس میں وضع اور طبیعت کا دخل نہ ہو۔ جیسے: دھوپ کی دلالت سورج کے نکلنے پر۔

دلالت لفظیہ وضعیہ کی اقسام

یاد رہے کہ فن منطق میں پیچھے ذکر کی گئی چھ دلالتوں میں سے صرف دلالتِ لفظیہ وضعیہ ہی کا اعتبار ہے اور اسی سے بحث کی جاتی ہے کیونکہ استاذ کے سمجھانے اور طالب علم کے سمجھنے میں آسانی اسی سے ہے۔ جب کہ دلالت غیر لفظیہ کی اقسامِ ثلثہ لفظ ہی نہیں، حالانکہ افادہ (غیر کو فائدہ پہنچانا) اور استفادہ (غیر سے فائدہ حاصل کرنا) لفظ سے ہوتا ہے اور دلالت لفظیہ کی دوسری دو قسمیں طبعیہ اور عقلیہ لفظ تو ہیں مگر ان سے بحث نہیں کی جاسکتی کیونکہ انسانی طبیعتیں اور عقلیں مختلف ہیں لہٰذا یہاں دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی اقسام کو بیان کیا جاتا ہے۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دلالتِ لفظیہ وضعیہ مطابقیّہ۔

(۲) دلالتِ لفظیہ وضعیہ تضمُّنِیّہ۔

(۳) دلالتِ لفظیہ وضعیہ التزامیّہ۔

۱- **دلالتِ لفظیہ وضعیہ مطابقیّہ**[۱]: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے دلالت کرے۔ جیسے شرح جامی بولکر پوری کتاب مراد لی جائے۔

---

[۱] مطابقت: لفظِ مطابقت کے معنی ہیں موافقت، چونکہ اس دلالت میں لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ کے موافق ہوتا ہے، اسلئے اس کو دلالتِ مطابقی کہتے ہیں۔

۲- **دلالتِ لفظیہ وضعیہ تضمُّنِیَّہ**:[1] وہ دلالتِ لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے جز پر موضوع لہ کا جز ہونے کی حیثیت سے دلالت کرے (۲) جیسے شرح جامی بولکر بحث معرب مراد لی جائے۔ پوری کتاب مراد نہ لی جائے۔

۳- **دلالتِ لفظیہ وضعیہ التزامیہ**:[2] وہ دلالتِ لفظیہ وضعیہ ہے جس میں لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے لازم پر موضوع لہ کا لازم ہونے کی حیثیت سے دلالت کرے (۱) جیسے گدھا بولکر بے وقوف مراد لیا جائے۔

وضاحت: جیسے کوئی طالب علم کہتا ہے کہ میں نے شرح جامی پڑھی ہے تو اس وقت اگر اس نے شرح جامی سے مراد پوری کتاب لی ہے تو یہ دلالت مطابقیہ ہے اور اگر اس کی ایک بحث یعنی بحث معرب مراد لی ہے تو یہ دلالت تضمنیہ ہے۔

اور گدھا بولکر بے وقوف مراد لینا دلالت التزامیہ ہے اسلئے کہ بے وقوف نہ تو لفظ گدھا کے پورے معنی موضوع لہ ہیں کیونکہ اس کے پورے معنی موضوع لہ تو ایک جانور ہے نا یہ معنی موضوع لہ کا جز ہے کیونکہ اسکا جز تو اس جانور کے آنکھ، کان، ناک ہیں بلکہ اسکا لازم ہے اسلئے کہ وہ جانور ضرور بے وقوف ہوتا ہے تو یہاں لفظ گدھا بولکر اسکا لازم یعنی بے وقوف مراد لیا گیا ہے اسلئے یہ دلالت التزامیہ ہے۔

فائدہ: ''دلالت مطابقیہ'' دلالت تضمنیہ اور التزامیہ کے بغیر پائی جا سکتی ہے لیکن یہ دونوں دلالتیں ''دلالت مطابقیہ'' کے بغیر نہیں پائی جا سکتیں۔ جیسے: لفظ اللہ کی دلالت ذاتِ

---

[1] تضمن باب تفعل کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں شامل ہونا چونکہ اس دلالت میں لفظ کی دلالت ایسے معنی پر ہوتی ہے جو معنی موضوع لہ کے ضمن میں پائے جاتے ہیں اسلئے دلالت تضمنی کہتے ہیں۔

[2] التزام باب افتعال کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں چمٹے رہنا جدا نہ ہونا چونکہ اس دلالت میں لفظ کی دلالت ایسے معنی پر ہوتی ہے جو معنی موضوع لہ کے لئے لازم ہوتے ہیں اس لئے اس کا نام دلالت التزامی رکھا گیا۔

باری تعالی پر دلالتِ مطابقیہ تو ہے لیکن دلالتِ تضمنیہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالی کی ذات کا کوئی جز ہی نہیں، اسی طرح اگر کسی شی کا لازم نہ ہوتو پھر دلالت التزامیہ نہیں بلکہ دلالت مطابقیہ پائی جائے گی مثلاً اگر فرض کرلیا جائے کہ زید کا کوئی لازم نہیں ہے تو اس وقت لفظِ زید کی دلالت ذاتِ زید پر مطابقیہ تو ہوگی لیکن التزامیہ نہیں ہوگی کیونکہ زید کا کوئی لازم ہی نہیں۔

اور اگر کوئی لازم ہے تو پھر دلالتِ مطابقیہ کے ساتھ ساتھ دلالتِ التزامیہ بھی پائی جائے گی جیسے: ''لفظِ سورج'' کی دلالت دھوپ پر دلالتِ التزامیہ ہے لیکن اس میں دلالتِ مطابقیہ بھی پائی جارہی ہے کیونکہ دھوپ سورج کا لازم ہے، اور سورج ملزوم ہے اور قاعدہ ہے کہ لازم بغیر ملزوم کے نہیں پایا جاتا تو دھوپ بغیر سورج کے نہیں پائی جائے گی اور ملزوم (ذاتِ سورج) پر لفظِ سورج کی دلالت، دلالتِ مطابقیہ ہے تو دلالتِ التزامیہ بغیر مطابقیہ کے نہیں پائی جائیگی۔

اور یاد رہے کہ دلالتِ تضمنیہ بغیر دلالتِ مطابقیہ کے نہیں پائی جاسکتی جیسے: چاقو کی دلالت صرف پھل پر دلالتِ تضمنیہ ہے اسلئے کہ پھل چاقو کا جز ہے۔ اس میں دلالت مطابقیہ بھی پائی جارہی ہے کیونکہ پھل چاقو کا جز ہے اور قاعدہ ہے کہ جز اس حیثیت سے کہ وہ جز ہے بغیر کل کے نہیں پایا جاتا اور کل پر جو دلالت ہوتی ہے وہ دلالتِ مطابقیہ ہے تو دلالتِ تضمنیہ بغیر مطابقیہ کے نہیں پائی جائیگی۔ اور دلالتِ تضمنیہ، دلالتِ التزامیہ کے بغیر اور دلالتِ التزامیہ دلالتِ تضمنیہ کے بغیر پائی جاسکتی ہے جیسے: اگر کسی شی کا جز تو ہو لیکن لازم نہ ہو تو وہاں دلالتِ تضمنیہ تو پائی جائیگی دلالتِ التزامیہ نہیں پائی جائیگی اور اگر کسی شی کا لازم تو ہو لیکن جز نہ ہو تو وہاں دلالتِ التزامیہ تو پائی جائیگی لیکن دلالتِ تضمنیہ نہیں پائی جائیگی۔

فائدہ: دلالتِ التزامیہ میں چونکہ ملزوم کو بولکر لازم کو مراد لیا جاتا ہے اسلئے ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کو منتقل کرنے کیلئے کسی علاقے کا ہونا ضروری ہے۔ علاقے دو ہیں (۱) علاقہ عقلیہ (۲) علاقہ عرفیہ۔

علاقہ عقلیہ: یہ ہے کہ ملزوم سے لازم کی طرف ذہن منتقل ہو عقل کے تقاضے کیوجہ جیسے گدھے سے بے وقوفی کی طرف ذہن عقل کے تقاضے کیوجہ سے جاتا ہے۔

علاقہ عرفیہ: یہ ہے کہ ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کا انتقال ہو عرف کے تقاضے کیوجہ سے جیسے حاتم سے سخاوت کی طرف ذہن کا انتقال عرف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

لفظ کی اقسام

لفظِ دال یعنی وہ لفظ جس کو کسی معنی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا جاتا ہے، اس لفظ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مفرد (۲) مرکب۔

۱- **مفرد**: ''مَالَا يُقْصَدُ بِجُزْئِهِ الدَّ لَالَةُ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ'' وہ لفظ جس کے جز سے اس کے معنی مرادی کے جز پر دلالت کا قصد نہ کیا جائے جیسے۔ زید

۲- **مرکب**: ''مَا يُقْصَدُ بِجُزْئِهِ الدَّلَالَةُ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ'' وہ لفظ جس کے جز سے اس کے معنی مرادی کے جز پر دلالت کا قصد کیا جائے جیسے: عبداللہ کی دلالت ''اللہ کے بندے'' پر جب کہ یہ علم نہ ہو۔

مفرد کی تقسیمات

مفرد کی تین طرح سے تقسیم کی جاتی ہے

۱- لفظ و معنی کے اجزاء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

۲- معنی کے مستقل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

۳- معنی کی وحدت و کثرت کے اعتبار سے۔

۱- لفظ و معنی کے اجزاء ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے مفرد کی اقسام:

اس اعتبار سے مفرد کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) لفظ کا کوئی جز ہی نہ ہو جیسے '' أ '' (ہمزۂ استفہام) کہ اسکا کوئی جز ہی نہیں ہے۔

(۲) لفظ کا تو جز ہو مگر معنی کا جز نہ ہو جیسے ''لفظِ اللہ'' کے یہاں لفظِ اللہ کے تو اجزاء ہیں یعنی ''ا-ل-ل-ہ'' مگر اس کے معنی یعنی ذاتِ باری تعالی کے اجزاء نہیں ہیں۔

(۳) لفظ کا بھی جز ہو معنی کا بھی جز ہو لیکن لفظ کے جز کی معنی کے جز پر دلالت نہ ہو جیسے زید کے یہاں ''لفظِ زید'' کے بھی اجزاء ہیں یعنی '' ز۔ی۔د'' اور اسکے معنی یعنی ذاتِ زید کے بھی اجزاء ہیں یعنی ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک وغیرہ مگر لفظ کے اجزاء کی معنی کے اجزاء پر دلالت نہیں ہے۔

(۴) لفظ کا جز معنی کے جز پر دلالت کرے مگر معنی مقصود کے جز پر دلالت نہ کرے جیسے لفظِ عبداللہ کا جز (جبکہ وہ علم ہو یعنی اس سے ذاتِ عبداللہ مراد ہو) اپنے معنی ''اللہ کا بندہ'' کے جز پر تو دلالت کررہا ہے۔ لفظِ عبد ''بندہ'' پر اور لفظِ اللہ ''اللہ'' پر۔ مگر معنی مقصود یعنی ذاتِ عبداللہ کے جز یعنی ہاتھ، پاؤں وغیرہ پر دلالت نہیں کررہا ہے۔

(۵) لفظ کا جز معنی مقصود کے جز پر دلالت تو کرے مگر یہ دلالت مقصود نہ ہو جیسے حیوانِ ناطق کے اجزاء (جبکہ وہ کسی انسان کا علم ہو) معنی مقصود (انسان) کے اجزاء یعنی حیوانیت و ناطقیت پر دلالت تو کررہے ہیں مگر یہ دلالت مقصود نہیں ہے کیونکہ بوقتِ علمیت اس سے انسان کی ذات مقصود ہوتی ہے، اجزاء مقصود نہیں ہوتے۔ یہ پانچوں شکلیں مفرد کی ہیں انکا مجموعہ بطریقِ اثبات مرکب کہلاتا ہے۔

معنی کے مستقل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے مفرد کی اقسام

اس اعتبار سے لفظِ مفرد کی تین قسمیں ہیں (۱) اسم (۲) کلمہ (۳) اداۃ۔

۱- **اسم**: وہ لفظِ مفرد ہے جو اپنے معنی خود بتائے اور اس کا صیغہ یعنی ساخت اور ہیئت کسی زمانے پر دلالت نہ کرے جیسے: زَیْدٌ، اَلْمَسْجِدُ، اَلصُّبْحُ، فَرَسٌ.

۲- **کلمہ**: وہ لفظِ مفرد ہے جو اپنے معنی خود بتائے اور اس کا صیغہ یعنی بناوٹ اور صورت کسی زمانۂ معین یعنی ماضی، حال یا مستقبل پر دلالت کرے۔ جیسے نَصَرَ (اس نے مدد کی)، یَنْصُرُ (وہ مدد کرتا ہے یا کریگا)

۳-**اداۃ**: وہ لفظِ مفرد ہے جو اسم یا کلمہ سے مل کر اپنے معنی بتائے جیسے: مِنْ، اِلٰی

فعلِ نحوی اور کلمۂ منطقی میں فرق

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ "فعلِ نحوی" عام ہے اور "کلمۂ منطقی" خاص یعنی ہر "کلمۂ منطقی" "فعلِ نحوی تو ہے مگر بعض "فعلِ نحوی" کلمۂ منطقی نہیں جیسے ضَرَبَ کلمۂ منطقی بھی ہے اور فعلِ نحوی بھی لیکن اَضْرِبُ فعلِ نحوی تو ہے کیونکہ اس پر فعل کی تعریف صادق آتی ہے لیکن کلمہ منطقی نہیں کیونکہ اس کے اجزاء معنی کے اجزاء پر دلالت کررہے ہیں۔ یعنی ہمزہ متکلم پر اور ضَرَبَ معنی حدوثی اور معنی مصدری پر لہٰذا یہ مرکب ہے جب کہ کلمہ مفرد کی ایک قسم ہے۔

فائدہ: کچھ اسماء بھی زمانے پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان کی زمانے پر یہ دلالت مادے کی وجہ سے ہوتی ہے صیغے کی وجہ سے نہیں ہوتی جیسے أمْسِ، غَداً صَبَاحَ، مَسَاءَ، کہ یہ زمانے پر مادے کی وجہ سے دلالت کرتے ہیں صیغے کیوجہ سے دلالت نہیں کرتے کیونکہ صیغے کیوجہ سے زمانے پر دلالت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس وزن پر آنے والے تمام کلمات زمانے پر دلالت کریں جیسے نَصَرَ، کہ یہ صیغے کی وجہ سے زمانے پر دلالت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس وزن پر آنیوالے تمام کلمات زمانے پر دلالت کرتے ہیں برخلاف أمْسِ وغیرہ کے کہ ان کے وزن پر آنیوالے تمام کلمات زمانے پر دلالت نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی زمانے پر دلالت مادے کیوجہ سے ہے صیغے کیوجہ سے نہیں ہے۔

افعالِ ناقصہ میں مناطقہ اور نحاۃ کا اختلاف:

افعالِ ناقصہ مناطقہ کے نزدیک ادوات ہیں اور نحاۃ کے نزدیک افعال ہیں اور وجہِ اختلاف یہ ہے کہ مناطقہ معانی سے بحث کرتے ہیں اور نحاۃ الفاظ سے تو چونکہ ان کے معانی غیر مستقل ہیں بغیر اسم وخبر کو ملائے سمجھ میں نہیں آتے، اسلئے مناطقہ انہیں ادوات کہتے ہیں اور چونکہ ان پر فعل کے احکام جاری ہوتے ہیں یعنی ان سے ماضی اور مضارع آتا ہے اور ان پر نواصب و جوازم داخل ہوتے ہیں اسلئے انہیں نحاۃ افعال کہتے ہیں۔

معنی کی وحدت وکثرت کے اعتبار سے لفظِ مفرد کی اقسام

اس اعتبار سے لفظِ مفرد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مُتَّحِدُ المعنی (۲) مُتَکَثِّرُ المعنی

۱- **مُتَّحِدُ المعنی**: وہ لفظ جس کے ایک ہی معنی ہوں جیسے: زَیْدٌ

۲- **مُتَکَثِّرُ المعنی**: وہ لفظ جس کے ایک سے زائد معنی ہوں جیسے: لفظ عَیْنٌ اس لفظ کے کئی معنی ہیں، مثلاً آنکھ، پانی کا چشمہ، گھٹنا وغیرہ۔

متحد المعنی کی اقسام

اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) جزئی حقیقی (۲) مُتَوَاطِیْ (۳) مُشَکِّکْ

۱- **جزئی حقیقی**: وہ مفرد ہے جس کے معنی ایک اور متعین ہوں جیسے مُعِیْنٌ.

۲- **متواطی**: متواطی تواطؤ سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی "پورا پورا صادق آنا، متفق ہونا" ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ لفظِ مفرد ہے جس کے معنی ایک اور غیر متعین ہوں اور وہ اپنے تمام افراد پر برابر صادق آئے جیسے: انسان کہ یہ اپنے تمام افراد (زید، عمرو، بکر وغیرہ) پر مساوی طور پر صادق آتا ہے یہ نہیں کہ زید پر انسان کا صدق اَولیٰ اور پہلے ہو اور عمرو پر غیر اولیٰ اور بعد میں ہو۔

۳- **مُشَکِّک**: مشکک کے لغوی معنی ہے "شک میں ڈالنے والا" اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ لفظِ مفرد ہے جس کے معنی ایک اور غیر متعین ہوں اور وہ اپنے تمام افراد پر برابر برابر صادق نہ آئے بلکہ بعض افراد پر شدت کے ساتھ بعض پر ضعف کے ساتھ یا بعض پر پہلے اور بعض پر بعد میں صادق آئے جیسے وُجُوْدٌ، أَبْیَضُ، اَسْوَدُ، طَوِیْلٌ وغیرہ الفاظ۔

---

۱ جزئی حقیقی کی وجہ تسمیہ: حقیقی کے معنی ہیں فی نفسہ دوسری چیز کا لحاظ کئے بغیر چونکہ وہ اپنے نفس کے اعتبار سے جزئی ہے اپنے غیر کے اعتبار سے نہیں اسلئے اسے جزئی حقیقی کہتے ہیں۔

وضاحت: ''وجود'' لفظ مفرد ہے اور یہ بہت سے افراد پر بولا جاتا ہے۔ مگر یہ سب پر برابر برابر صادق نہیں آتا جیسے: وجود باپ کا بھی ہے اور بیٹے کا بھی مگر باپ کا وجود پہلے ہے اور بیٹے کا بعد میں، ایسے ہی سفید کا اطلاق کہ بعض چیزوں میں سفیدی زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم جیسے: ہاتھی کے دانت میں سفیدی کم ہے جب کہ برف میں زیادہ۔

کلّی مشکک (مفرد مشکک) اپنے تمام افراد پر برابر صادق نہیں آتی بلکہ تفاوت اور فرق کے ساتھ صادق آتی ہے یہ تفاوت چار طرح کا ہے۔

(۱) تفاوت بالأوّلِیّت (۲) تفاوت بالأَوْلَوِیَّتُ (۳) تفاوت بالزِّیادت والنُّقصان (۴) تفاوت بالشِّدت والضُّعف۔

تفاوت بالأوّلِیّت: یہ ہے کہ کلّی اپنے بعض افراد پر پہلے صادق آئے اور بعض پر بعد میں جیسے ''لفظِ وجود'' اللہ پر پہلے صادق آتا ہے کیونکہ اللہ ہمیشہ سے موجود ہیں اور دیگر موجودات پر بعد میں صادق آتا ہے کیونکہ انکا وجود بعد میں ہوا ہے اسے تفاوت بالتَّقَدُّم والتَّاخُّر بھی کہتے ہیں۔

تفاوت بالأوْلَوِیَّتُ: یہ ہے کہ کلّی اپنے بعض افراد پر تو بالذات صادق آئے اور بعض پر بالعرض جیسے ''لفظِ روشن'' سورج پر تو بالذات صادق آتا ہے اور زمین پر بالعرض کیونکہ سورج کی ذات ہی روشن ہے اور زمین سورج کے واسطے سے روشن ہے اسلئے سورج کو روشن کہنا اولی ہے بنسبت زمین کے۔

تفاوت بالشِّدت والضُّعف: یہ ہے کہ کلّی اپنے بعض افراد پر تو شدت کے ساتھ صادق آئے اور بعض پر ضعف کے ساتھ جیسے ''لفظِ سیاہ'' نہایت گہرے سیاہ پر شدت کے ساتھ اور ہلکے سیاہ پر ضعف کے ساتھ صادق آتا ہے۔

تفاوت بالزِّیادت والنُّقصان: یہ ہے کہ کلّی اپنے بعض افراد پر زیادتی کیساتھ صادق آئے اور بعض پر کمی کے ساتھ جیسے ''لفظِ پہاڑ'' بڑے پہاڑ پر زیادتی کے ساتھ اور چھوٹے پہاڑ پر کمی کے ساتھ صادق آتا ہے۔

متکثر المعنی کی اقسام

اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱)مشترک

(۲)منقول

(۳)حقیقت

(۴)مجاز

۱- **مشترک**: وہ لفظِ مفرد ہے جس کے کثیر معانی ہوں اور واضع نے اس لفظ کو ہر ہر معنی کیلئے ابتداء علیحدہ علیحدہ وضع کیا ہو جیسے: ہار، پھل۔ ہار کے دو معنی ہیں ایک ''شکست'' جو جیت کا مقابل ہے دوسرا ''وہ زیور جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔ اسی طرح پھل کے بھی دو معنی ہیں ایک تو ''وہ جو کھایا جاتا ہے'' دوسرا ''وہ جو چاقو اور تیر میں لگایا جاتا ہے''۔ اسی طرح عربی میں ''عین'' جس کے معنی ذات، آنکھ، سونا (دھات) سورج وغیرہ۔

۲- **منقول**: وہ لفظِ مفرد ہے جس کو ابتداءً تو ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو لیکن پھر اس کا استعمال کسی دوسرے معنی میں اس طرح ہونے لگا ہو کہ پہلے معنی کو چھوڑ دیا گیا ہو۔ جیسے: لفظِ صَلٰوۃٌ کہ ابتداءً تو اس کی وضع ''دعا'' کیلئے تھی لیکن پھر یہ ''نماز'' کے معنی میں ایسا مشہور ہو گیا کہ دعا والے معنی کو چھوڑ دیا گیا۔

منقول کی اقسام

لفظ کو ایک معنی سے دوسرے معنی میں نقل کرنے کے لحاظ سے تین قسمیں ہیں:

(۱)منقولِ شرعی۔ (۲)منقولِ عرفی۔ (۳)منقولِ اصطلاحی۔

۱- **منقولِ شرعی**: وہ منقول جس کو نقل کرنے والے اہل شرع ہوں۔ جیسے: لفظ صَلٰوۃ اسے پہلے معنی (یعنی دعا) سے دوسرے معنی (یعنی نماز) کی طرف نقل

کرنے والے اہل شرع ہیں ایسے ہی لفظ زکوٰۃ، حج، روزہ وغیرہ ان سب کے لغوی معنی کچھ اور ہیں لیکن شریعت میں لغوی معنی نہیں بلکہ مخصوص معنی مراد ہیں۔

۲- **منقولِ عرفی**: وہ منقول جس کو نقل کرنے والے عرف عام ہوں جیسے: ''لفظِ کوفتہ'' کے اصلی معنی کوٹا ہوا۔

پھر عام اہل زبان اس کو ''گول کباب'' کے معنی میں استعمال کرنے لگے، اسی طرح ''لفظِ دَابَّۃ''۔

۳- **منقولِ اصطلاحی**: وہ منقول جس کو نقل کرنے والے مخصوص طبقہ کے لوگ ہوں جیسے: ''لفظ'' کے لغوی معنی ''پھینکنا'' ہے مگر بعد میں نحوی اسے ایک مخصوص معنی کیلئے استعمال کرنے لگے۔

فائدہ: منقول و مُرْتَجَل میں فرق: مرتجل لفظ کو ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف نقل کرنا بغیر کسی مناسبت کے جیسے '' حَسِین ''کو ایک معنی (حسن والا) سے نقل کر کے دوسرے معنی یعنی کالے شخص کا نام رکھ دینا۔

منقول: لفظ کو ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف نقل کرنا کسی مناسبت سے جیسے '' حَسِین'' کو ایک معنی (حسن والا) سے نقل کر کے ''ذاتِ حسین'' کا نام رکھ دینا۔

وضاحت: مرتجل میں پہلے معنی (حسن والا) اور دوسرے معنی (کالے شخص) کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے۔

اور منقول میں پہلے معنی (حسن والا) اور دوسرے معنی (ذاتِ حسین) کے درمیان مناسبت ہے اور وہ مناسبت یہ ہے کہ دونوں ہی میں ''حسن'' ہے۔

۳- **حقیقت**: وہ لفظِ مفرد جو اس معنی میں استعمال ہو جس کیلئے اسے وضع کیا گیا تھا۔ جیسے: ''لفظِ اسد'' حیوانِ مفترِس (چیر پھاڑ کرنے والا درندہ) کے معنی میں استعمال ہو تو حقیقت ہے۔

۴- **مجاز**: وہ لفظ مفرد جو اس معنی میں استعمال ہو جس کیلئے اسے وضع نہیں کیا گیا تھا

جیسے: لفظ اسد بہادر آدمی کے معنی میں استعمال ہو تو مجاز ہے۔ کیونکہ "لفظِ اسد" کو بہادر آدمی کیلئے وضع نہیں کیا گیا۔

مجاز کی دو قسمیں ہیں: استعارہ اور مجازِ مرسل

استعارہ: وہ مجاز ہے جس میں معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو، جیسے زید شیر ہے۔

وضاحت: "لفظِ شیر" کے حقیقی معنی "حیوانِ مفترس" کے ہیں لیکن چونکہ "زید" جو ایک بہادر آدمی ہے وہ بہادری میں شیر کے مشابہ ہے اسلئے مجازاً اسے شیر کہدیا گیا ہے، یہی علاقۂ تشبیہ ہے۔

استعارہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) مشبہ بہٖ کو ذکر کیا جائے اور ارادہ مشبہ کا کیا جائے تو اسکو استعارۂ مصرّحہ کہتے ہیں جیسے رَأیْتُ أسَداً یَرْمِی، یہاں رجلِ شجاع (بہادر آدمی) کو أسد (شیر) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، تو رجلِ شجاع مشبہ ہے اور أسد مشبہ بہٖ ہے، تو یہاں مشبہ بہ (أسد) کو ذکر کر کے مشبہ (رجلِ شجاع) کا ارادہ کیا گیا ہے اور اس پر قرینہ موجود ہے جو کہ "یرمی" ہے وہ یہ بتلاتا ہے کہ یہاں مراد "رجلِ شجاع" ہے کیونکہ تیر پھینکنا آدمی کا کام ہے أسد کا کام نہیں۔

(۲) مشبہ کو ذکر کیا جائے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن دل میں تشبیہ کسی اور چیز کے ساتھ ہو اس کو استعارۂ مکنِیَّہ یا استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں۔

(۳) اگر مشبہ کو ذکر کر کے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن لوازماتِ مشبہ بہ میں سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اس کو استعارۂ تخییلِیَّہ کہتے ہیں استعارۂ تخییلیہ یہ قرینہ بنتا ہے استعارۂ مکنیہ کیلئے، استعارۂ مکنیہ استعارۂ تخییلیہ کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

(۴) اگر مشبہ کو ذکر کر کے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن مشبہ بہ کے لازم کے مناسبات میں

سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اس کو استعارۂ ترشیحیہ کہتے ہیں۔ان تینوں کی مثال یہ شعر ہے ؎

إذَا أنْشَبَتِ الْمَنِيَّةُ أظْفَارَهَا ☆ ألْفَيْتُ كُلَّ تَمِيْمَةٍ لا تَنْفَعُ

ترجمہ شعر: جب موت نے اپنے ناخن چبھودئے —— تو اس وقت میں نے ہر تعویذ کو پایا کہ وہ نفع نہیں دیتا تھا۔

یہاں تینوں قسم کے استعارے موجود ہیں ''المنية'' کے معنی ہے ''موت''۔ یہاں ''موت'' مشبہ کا ذکر ہے ارادہ بھی موت کا ہے اور دل میں تشبیہ موت کو درندے (شیر) کے ساتھ دے رہا ہے یہ استعارہ بالکنایہ کی مثال ہے اور موت مشبہ کیلئے مشبہ بہ (شیر) کے لازم (اظفار) کو ثابت کیا ہے یہ استعارۂ تخییلیہ ہے ''أنشبت'' کے معنی ہے ''چبھونا'' یہ موت کیلئے ثابت کیا ہے جو کہ مشبہ بہ (شیر) کے لازم یعنی اظفار کے مناسب ہے، یہ استعارۂ ترشیحیہ کی مثال ہے۔

مجازِ مرسل: وہ مجاز ہے جس میں معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان تشبیہ کے علاوہ چوبیس علاقوں میں سے کوئی علاقہ ہو، جیسے سورج بول کر دھوپ مراد لینا، ان دونوں کے درمیان علاقۂ لزوم ہے، یعنی دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم ہیں۔

مجازِ مرسل کے چوبیس علاقے

استقراء یعنی جائزہ لینے سے مجاز مرسل کے ۲۴ر علاقے دریافت ہوئے ہیں: جو درج ذیل ہیں:

۱-۲- معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان سَبَبِیَّت کا علاقہ (تعلق) ہو، یعنی ایک سبب ہو اور دوسرا مسبب، اور سبب کے لیے جو لفظ ہوتا ہے اس کو مسبب کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور اس کا برعکس بھی کرتے ہیں۔ جیسے غَیْثٌ (بارش) بول کر نبات (گھاس) مراد لینا۔ کیونکہ بارش سبب ہے نبات کے لیے، پس سبب بول کر مسبب

مرادلیا جاسکتا ہے

اور مسبب بول کر سبب بھی مرادلیا جاتا ہے جیسے خَمر (شراب) بول کر عِنب (انگور) بھی مراد لے سکتے ہیں کہ خَمر مسبب ہے اور عِنَب سبب ہے کیونکہ کہ ''شراب'' انگور سے بنتی ہے۔

۳-و-۴- معنی مجازی اور معنی حقیقی کے درمیان کل و جزء کا تعلق ہو، جیسے انگلیاں بول کر ''پورے'' مراد لینا، یہ کل بول کر جزء مراد لینا ہے، اور گردن بول کر ''ذات'' مراد لینا، یہ جزء بول کر کل مراد لینا ہے۔

۵-۶- معنی مجازی اور معنی حقیقی کے درمیان ''لزوم'' کا تعلق ہو، یعنی دونوں لازم ملزوم ہوں، جیسے: سورج بول کر دھوپ مراد لینا اور دھوپ بول کر سورج مراد لینا۔ کہ سورج ملزوم ہے اور دھوپ لازم ہے

۷-۸- معنی مجازی اور معنی حقیقی کے درمیان '' اطلاق وتقیید'' کا تعلق ہو، یعنی ایک چیز دوسری چیز کے لیے قید ہو تو کبھی مطلق بول کر مقید مراد لیتے ہیں، جیسے ''یوم'' بول کر ''قیامت کا دن'' مراد لینا اور کبھی مقید بول کر مطلق مراد لیتے ہیں، جیسے: مِشفَر (اونٹ کا ہونٹ) بول کر ''مطلق ہونٹ'' مراد لیتے ہیں۔

۹-۱۰- معنی مجازی اور معنی حقیقی کے درمیان ''عموم وخصوص'' کا تعلق ہو، جیسے زید بول کر انسان مراد لینا، یا انسان بول کر زید مراد لینا۔

۱۱- مضاف کو حذف کر کے فعل کا مضاف الیہ سے تعلق جوڑ دینا، جیسے (وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ) (گاؤں سے پوچھو) اس کی اصل ہے وَاسْئَلْ أَهْلَ الْقَرْيَةِ گاؤں والوں سے پوچھو، أهل کو حذف کر دیا اور القرية کا تعلق فعل سے جوڑ دیا، یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۱۲- مضاف الیہ کو حذف کر کے صرف مضاف کو باقی رکھنا، جیسے حِينَئِذٍ اور يَوْمَئِذٍ ان کی اصل حِينَ إِذْ كَانَ كَذَا اور يَوْمَ إِذْ كَانَ كَذَا تھی، ان میں مضاف الیہ إِذْ

کَانَ کَذَا کو حذف کر دیا، اور صرف إذْ کو باقی رکھا، اور اس کو حِیْنَ کے ساتھ جوڑ دیا یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۱۳- دو چیزوں میں مجاورت (پڑوس) کا تعلق ہو، جیسے پرنالہ بول کر بارش مراد لینا یعنی یہ کہنا کہ ''پرنالہ بہا'' تو یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۱۴- مَایَؤُوْل: یعنی آئندہ جو بات پیش آنے والی ہے اس کا اعتبار کر کے لفظ بولنا، جیسے طالبِ علم کو مولوی کہنا۔ کیونکہ آئندہ وہ مولوی بن جائیگا۔ یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۱۵- ما کان: یعنی گذشتہ زمانہ میں جو بات تھی اس کا اعتبار کر کے کوئی لفظ بولنا، جیسے یتیم لڑکے کو بالغ ہونے کے بعد بھی یتیم کہنا۔ یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۱۶-۱۷- دو چیزوں میں ''حال محل'' کا تعلق ہو (حال اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی جگہ میں آئے، اور محل اس جگہ کو کہتے ہیں جسمیں وہ چیز آئے) پس حال پر محل کا اطلاق کرنا، جیسے یہ کہنا کہ انجمن بلالو، یعنی انجمن والوں کو بلالو، تو یہاں محل (انجمن) بولکر حال (انجمن والوں) کو مراد لیا گیا ہے۔

یا حال کا محل پر اطلاق کرنا، جیسے فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰه (وہ جنت میں ہونگے)۔ اس میں حال (اللہ کی رحمت) بول کر محل (جنت) مراد لی گئی ہے، کیوں کہ جنت، رحمت کا محل ہے۔ یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۱۸- کسی چیز کے آلے اور ذریعہ کا خود اس چیز پر اطلاق کرنا، جیسے جَفَّ الْقَلَمُ (قلم سوکھ گیا) کہنا اور مراد تحریر لینا جو قلم سے لکھی گئی ہے۔ یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۱۹- دو بدلوں میں سے ایک کا دوسرے پر اطلاق کرنا، جیسے قتل عمد کے دو حکم ہیں: قصاص (دَم) اور دیت (خون بہا) پس دم بول کر دیت مراد لینا مجاز مرسل ہے۔

۲۰- معرفہ کا نکرہ پر اطلاق کرنا، یعنی معرفہ بول کر نکرہ مراد لینا، جیسے (إِنِّیْ أَخَافُ أَنْ یَأْکُلَهُ الذِّئْبُ) اس میں الذئب معرفہ ہے، مگر مراد غیر معین بھیڑیا ہے، یعنی مجھے ڈر ہے کہ یوسف علیہ السلام کو کوئی بھیڑیا کھا جائے۔ یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۲۱- ضدین میں سے ایک کا دوسرے پر اطلاق کرنا، جیسے بصیر بول کر اعمیٰ مراد لینا۔ مثلاً کسی کمزور نگاہ والے شخص کو کوئی اندھا کہے پھر وہ جواب میں کہے "تم تو بڑے بینا ہو!" یعنی تم بھی میری طرح کمزور نگاہ والے اور اندھے ہو، تو اس نے یہاں "بینا" بولکر اندھا اور کمزور نگاہ والا مراد لیا ہے۔

۲۲- کوئی حرف، زائد استعمال کرنا جیسے (لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ) اللہ کے مانند کوئی چیز نہیں، اس میں ک زائد ہے یہ بھی مجازِ مرسل ہے۔

۲۳- نکرہ کا محلِ اثبات میں آ کر عام معنی دینا جیسے (عَلِمَتْ نَفْسٌ) ہر نفس جان لیگا، اصل قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ تحت النفی عام ہوتا ہے، محلِ اثبات میں عام نہیں ہوتا، پس اگر کسی جگہ نکرہ محلِ اثبات میں عام ہو جائے تو یہ مجازِ مرسل ہے۔

۲۴- عبارت میں سے کوئی صلہ وغیرہ حذف کر دینا جیسے (وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ) صلہ یعنی حرف جر اور غیر صلہ یعنی مضاف حذف کرنا بھی مجازِ مرسل ہے۔

مجاز کے لیے صرف علاقہ کافی ہے

اس میں اختلاف ہے کہ مجازی معنی مراد لینے کے لئے معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان صرف علاقہ کا ہونا کافی ہے یا خاص اس محاورہ کا اہلِ لسان سے سننا ضروری ہے؟ بعض لوگوں کے نزدیک: سننا ضروری ہے یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ جس جگہ اہلِ لسان کسی لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کرتے ہیں ہم بھی وہیں استعمال کریں گے، کسی دوسری جگہ استعمال صحیح نہیں ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر صرف علاقہ کافی ہوتا تو ہر طویل چیز کو عربی میں "نَخْلَة" اور اُردو میں "تاڑ" کہنا جائز ہوگا، حالانکہ عربی میں "نَخْلَه" کا اطلاق (بولنا) اور اُردو میں "تاڑ" کا اطلاق صرف طویل انسان پر ہوتا ہے، دوسری لمبی چیزوں پر اطلاق نہیں ہوتا، کیوں اہلِ لسان سے دوسری چیزوں پر اطلاق ثابت نہیں۔

لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مجاز کے لئے خاص اس محاورہ کا سننا اہلِ لسان سے ضروری نہیں ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ جزئیہ جس نوع سے تعلق رکھتا ہے وہ نوع اہلِ لسان سے

مسموع(سنی ہوئی) ہو،مثلاً اہل لسان علاقۂ سببیت کا اعتبار کرتے ہیں اور سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں، پس ہم غَیْث (بارش) بول کر نَبَات (گھاس) مراد لے سکتے ہیں، کیونکہ "غَیْث" سبب ہے "نَبَات" کے اگنے کا، اور اہلِ لسان سبب کو بولکر مسبب مراد لیتے ہیں تو یہاں بھی "غَیْث" کو بولکر "نَبَات" کو مراد لینا صحیح ہوگا خواہ اہلِ لسان سے اس موقع پر مجازی معنی مراد لینا ثابت نہ ہو۔

معنی حقیقی اور معنی مجازی کی شناخت:

معنی حقیقی: وہ معنی ہیں جن کی طرف ذہن بغیر کسی قرینے کے سبقت کرے جیسے "اَسَد" بولکر بغیر کسی قرینے کے شیر کی طرف ذہن جاتا ہے اسلئے "شیر" اَسَد کے حقیقی معنی ہیں۔

اگر کہیں لفظ کا اطلاق ایسے معنی پر کیا جائے جن پر اسکا اطلاق محال ہو تو وہاں معنی مجازی مراد ہوتے ہیں جیسے "لفظِ گدھا" کا اطلاق انسان پر کیا جائے تو یہاں مجازی معنی "احمق" کے معنی مراد ہونگے۔

اور ایسے ہی اگر لفظ سے اسکے بعض معنی مراد لئے جائیں تو وہ بھی مجازی معنی ہونگے جیسے گاڑی بولکر صرف بائک مراد لی جائے۔ حالانکہ گاڑی "کار" کو بھی کہتے ہیں

ترادف کا بیان

معنی کے تعلق سے الفاظ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) لفظ ایک ہو اور اسکے معنی بھی ایک ہوں۔

(۲) لفظ ایک ہو اور اسکے معنی متعدد (کئی) ہوں۔

(۳) لفظ اور معنی دونوں متعدد ہوں۔

(۴) لفظ متعدد (کئی) ہوں اور معنی ایک ہوں۔

پہلی قسم کا بیان متحد المعنی کے تحت اور دوسری قسم کا بیان متکثر المعنی کے تحت ہو چکا اور تیسری قسم بے فائدہ ہے، کیوں کہ الفاظ اور معانی کے متعدد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ کے معنی

الگ ہیں، پس ایسے الفاظ سے تو لغتیں بھری پڑی ہیں، ان کو کہاں تک کوئی بیان کرے گا؟ اس لیے اب چوتھی قسم کا بیان شروع ہوتا ہے اگر الفاظ متعدد ہوں اور ان کے معنی ایک ہوں تو اس کو ''ترادف'' کہتے ہیں، جیسے: لَیْث اور أَسَد دونوں کے معنی ہیں: شیر اور قُعُوْد اور جُلُوْس دونوں کے معنی ہیں: بیٹھنا، پس یہ مترادف الفاظ ہیں۔

ترادف کے لیے شرطیں

ترادف کے لیے تین شرطیں ہیں:

۱- ایک لفظ دوسرے لفظ کے تابع نہ ہو جیسے: حَسَنٌ وَسَنٌ کیوں کہ تابع مہمل ہوتا ہے، اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے، جیسے اُردو میں چائے وائے، قلم ولم۔ تو ''وائے'' اور ''ولم'' چائے اور قلم کے مترادف نہیں ہے بلکہ مہمل ہے۔

۲- دو لفظوں میں سے کسی ایک کی دوسرے پر تقدیم واجب نہ ہو، ورنہ وہ تاکید معنوی ہوگی، جیسے ضرب زیدٌ نفسُہ (زید ہی نے مارا) اس میں زید اور نَفْس سے ایک ہی چیز مراد ہے، مگر یہ ترادف نہیں، بلکہ تاکید ہے۔

۳- دونوں لفظ معنی مطابقی (پورے معنی) کے اعتبار سے ایک ہوں اگر معنی تضمنی یا التزامی کے اعتبار سے اتحاد ہو تو اس کو ترادف نہیں کہیں گے، جیسے انسان کے معنی مطابقی (پورے معنی) ''حیوانِ ناطق'' ہیں اور فرس کے معنی مطابقی ''حیوانِ صاہل'' ہے اور یہ دونوں الگ۔ الگ ہیں۔ ہاں البتہ معنی تضمنی یعنی حیوان ہونے کے اعتبار سے اتحاد ہے، مگر ہر ایک کے معنی مطابقی الگ ہیں، اس وجہ سے اس میں ترادف نہیں۔

ترادف کا سب سے بڑا فائدہ: یہ ہے کہ اس سے وسائل (ذریعوں) میں کثرت پیدا ہوتی ہے، جس سے افادہ (فائدہ پہنچانا) اور استفادہ (فائدہ حاصل کرنا) آسان ہو جاتا ہے، کیوں کہ الفاظ دل کی بات کو سمجھانے کے لیے وسائل ہیں، پس اگر کسی معنی کے

لیے متعدد الفاظ ہوں گے تو اس سے بات چیت میں سہولت ہوگی، کیوں کہ کبھی متکلم ایک لفظ بھول جاتا ہے تو وہ دوسرے لفظ سے کام چلالے گا، اور کبھی مخاطب کو کوئی لفظ ناگوار ہوتا ہے تو اس کے لیے مترادف لفظ استعمال کرلیگا۔

ترادف کا دوسرا فائدہ: یہ ہے کہ فنِ بدیع کی اقسام: قافیہ، سجع، تجنیس وغیرہ میں سہولت پیدا ہوتی ہے، مثلاً شیر کے لیے اگر صرف غَضَنْفَر لفظ ہو، تو جہاں ردیف دال ہوگی وہاں دشواری پیش آئے گی، مگر جب اس کے لیے دوسرا لفظ أسد بھی ہے تو دشواری ختم ہوجائے گی —— اسی طرح گیہوں کے لیے اگر صرف لفظ حنطة ہو تو تجنیس پیدا کرنے میں دشواری ہوگی، مگر جب اس کے لیے دوسرا لفظ بُرّ بھی ہے، تو اب ہم کہیں گے: اِشْتَرَیْتُ الْبُرَّ وَأَنْفَقْتُهُ فِيْ الْبِرِّ میں نے گیہوں خریدے اور ان کو نیکی کے کام میں خرچ کیے۔

فائدہ: ''ردیف'' اشعار اور غزلوں کے مصرعوں کے آخری حرف کو کہتے ہیں جس سے وزن ملایا جاتا ہے۔ اور اگر دو لفظ معنی میں الگ۔ الگ ہوں اور تلفظ (بولنے) میں ایک جیسے ہوں تو اسے ''تجنیس'' کہا جاتا ہے جیسے مذکورہ جملے میں ''بُر'' اور ''بِر''۔

مترادفین میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ مطلقاً استعمال کرسکتے ہیں یا کوئی شرط ہے؟

ترادف کی صورت میں ضروری نہیں کہ ایک کی جگہ دوسرا آسکے، البتہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو ایک کی جگہ دوسرا آسکتا ہے اور مانع موجود ہو تو نہیں آسکتا، مثلاً صلّٰی کا صلہ جب علی آتا ہے تو اس کے معنی دعا کرنے کے ہوتے ہیں اور صلّٰی کا مترادف دَعَا ہے، لیکن جب اس کا یعنی دَعَا کا صلہ علی آتا ہے تو اس کے معنی بددعا کرنے کے ہوتے ہیں اس لیے صلی علیه کی جگہ دعا علیه نہیں کہہ سکتے، اور رَأیتُ أسداً کی جگہ رأیتُ غَضَنْفَراً کہہ سکتے ہیں، کیونکہ یہاں کوئی مانع نہیں۔

فائدہ: کلام اللہ میں ایک مترادف کو دوسرے مترادف کی جگہ قائم کرنا بالاتفاق جائز نہیں، کیونکہ اللہ کے کلام میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کا بندوں کو کوئی حق نہیں اور حدیثوں

میں اکثر علماء جواز کے قائل ہیں، کیونکہ روایت بالمعنی جائز ہے اور بعض حضرات حدیثوں میں بھی ناجائز کہتے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ بوقتِ ضرورت جائز ہے، البتہ بے ضرورت تبدیلی نہیں کرنی چاہئے۔

مفرد ومرکب میں ترادف کا بیان

مفرد ومرکب میں ترادف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض جائز کہتے ہیں بعض ناجائز، مگر یہ نزاع لفظی ہے، جن لوگوں کے نزدیک: ترادف کے لئے معنی میں ایک ہونے کے ساتھ۔ ساتھ وضع میں ایک ہونا بھی ضروری ہے وہ مفرد ومرکب میں ترادف کے قائل نہیں، کیونکہ مفرد میں وضع شخصی ہوتی ہے اور مرکب میں وضع نوعی ہوتی ہے، اور جن لوگوں کے نزدیک وضع میں ایک ہونا شرط نہیں، ان کے نزدیک مفرد ومرکب میں ترادف ہوسکتا ہے، جیسے انسان اور حیوانِ ناطق میں ترادف ہے، کیونکہ دونوں کے معنی ایک ہیں، اگرچہ وضع ایک نہیں۔

مرکب کی اقسام

لفظِ مرکب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مرکبِ تام (۲) مرکبِ ناقص

۱- **مرکبِ تام:** ''مَایَصِحُّ السُّکُوْتُ عَلَیْہِ'' جس پر سکوت درست ہو۔

یعنی متکلم نے جب کوئی کلام کیا تو سننے والے کو اسی سے پوری بات سمجھ میں آجائے۔ کسی دوسرے لفظ کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ.

۲- **مرکبِ ناقص:** ''مَا لاَ یَصِحُّ السُّکُوْتُ عَلَیْہِ'' جس پر سکوت درست نہ ہو، یعنی متکلم نے جب کوئی کلام کیا تو سننے والے کو اسی سے پوری بات سمجھ میں نہ آئے بلکہ کسی دوسرے لفظ کا انتظار کرنا پڑے۔ جیسے: غُلاَمُ زَیْد.

مرکب تام کی اقسام

مرکب تام کی دو قسمیں ہیں:

(۱)خبر (قضیہ) (۲)غیر خبر (انشاء)

۱- **خبر**: وہ مرکب تام ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے صدق و کذب کا احتمال رکھے اسے قضیہ بھی کہتے ہیں جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ.

فائدہ: خارج کی طرف نظر کرتے ہوئے قضیہ یا تو سچا ہی ہوگا یا جھوٹا ہی ہوگا جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ کہ اگر زید سچ میں کھڑا ہے تو یہ سچا ہے اور اگر وہ کھڑا نہیں ہے تو یہ جھوٹا ہے لیکن اگر ہم خارج کی طرف نظر نہ کریں یعنی یہ نہ دیکھیں کہ زید کھڑا ہے یا نہیں تو اس وقت اس قضیہ میں دونوں احتمال ہونگے کہ ہوسکتا ہے کہ کھڑا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہ کھڑا ہو۔

۲- **غیر خبر**: وہ مرکب ہے جس میں صدق و کذب کا احتمال نہ ہو۔ جیسے: اُنْصُرْ (مدد کر) اسے انشاء بھی کہتے ہیں۔

پھر غیر خبر کی دو قسمیں ہیں: طلبی، غیر طلبی۔

طلبی: وہ انشاء ہے جس میں طلبِ فعل پر دلالت ہو جیسے محبت کر۔ کہ اس میں محبت کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

غیر طلبی: وہ انشاء ہے جس میں طلبِ فعل پر دلالت نہ ہو جیسے واہ! کیا خوبصورت باغیچہ ہے، کہ اس میں کسی فعل کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

پھر انشاءِ طلبی کی تین قسمیں ہیں:

(۱)امر (۲)سؤال (۳)التماس۔

امر: وہ انشاءِ طلبی ہے جس میں کوئی ذات خود کو بڑا سمجھتے ہوئے صیغۂ امر کے ذریعہ مخاطب سے کسی کام کا مطالبہ کرے جیسے: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ. کہ اسمیں باری تعالی نے جو کہ جلیل القدر (بڑے) ہیں ہم سے امر کے صیغے کے ذریعہ وضوء میں چہرے کو دھلنے کا مطالبہ کیا ہے۔

سوال: وہ انشاءِ طلبی ہے جس میں آدمی عاجزی کے ساتھ مخاطب سے کسی کام کا مطالبہ کرے جیسے اے اللہ مجھے گناہوں سے بچالے۔ کہ اسمیں میں نے اللہ تعالی سے عاجزی کے ساتھ گناہوں سے بچالینے کی درخواست کی ہے۔

التماس: وہ انشاءِ طلبی ہے جس میں آدمی مخاطب کو برابر کا سمجھتے ہوئے اس سے کسی کام کا مطالبہ کرے جیسے اے شریک درس وہ کتاب اٹھا کردے۔

انشاءِ غیر طلبی کو تنبیہ بھی کہتے ہیں اور انشاء کی بقیہ قسمیں اسی میں داخل ہیں۔

مرکبِ ناقص کی اقسام

مرکب ناقص کی دو قسمیں ہیں: (۱) مرکبِ تقییدی (۲) مرکبِ غیر تقییدی

۱- **مرکب تقییدی**: ''اِنْ کَانَ الْجُزْءُ الثَّانِی قَیْداً لِلْاَوَّلِ فَھُوَ مُرَکَّبٌ تَقْیِیْدِیٌّ '' یعنی اگر دوسرا جز پہلے جز[1] کیلئے قید بنے تو وہ مرکب تقییدی ہے۔ جیسے :غُلَامُ زَیْدٍ، رَجُلٌ عَالِمٌ[2] وغیرہ۔

وضاحت: ''غلامُ زَید'' میں دوسرا جز یعنی ''زید'' پہلے جز یعنی ''غلام'' کو مقیَّد کرنے والا ہے کیونکہ غلام کسی کا بھی ہوسکتا تھا۔ لیکن جب زید کو لے آئے تو معلوم ہوا کہ زید ہی کا غلام مراد ہے کسی اور کا غلام مراد نہیں۔

۲- مرکب غیر تقییدی: ''اِنْ لَمْ یَکُنِ الْجُزْءُ الثَّانِیْ قَیْداً لِلْأَوَّلِ فَھُوَ مُرَکَّبٌ غَیْرُ تَقْیِیْدِیٍ'' اگر دوسرا جزء پہلے جزء کیلئے قید نہ بنے تو وہ مرکبِ غیر تقییدی ہے۔ جیسے: فِی الْبُسْتَانِ أَحَدَ عَشَرَ طِفْلاً وغیرہ۔

---

[1] واضح ہو کہ اول سے مراد یہ ہے کہ جو مرتبہ کے اعتبار سے مقدم یعنی پہلے ہو خواہ لفظوں میں مؤخر یعنی بعد میں ہو، جیسے: حال کبھی ذوالحال سے مقدم ہوتا ہے حالانکہ حال قید بنتا ہے۔

[2] خیال رہے کہ مرکب تقییدی مرکب اضافی اور مرکب توصیفی میں محصور نہیں بلکہ جس طرح جزء ثانی (مضاف الیہ اور صفت) جزءاول (مضاف اور موصوف) کے لئے قید ہوتا ہے اسی طرح ظرف بھی مظروف کیلئے قید ہوتا ہے۔

وضاحت: ''فی البستان '' میں دوسرا جزء ''البستان'' پہلے جز ''فی'' کومقیّد نہیں بنا سکتا، کیونکہ ''فی'' حرف ہے اور حرف مقیّد نہیں ہوتا۔

چند ضروری تعریفات

اس سبق میں چند ایسی تعریفات بیان کی جائیں گی کہ جن کا استعمال علم منطق میں بہت زیادہ ہے۔

۱- **حقیقت وماهیت**: کسی چیز کے وہ اجزا جن سے مل کر وہ چیز بنے اور اگر ان میں سے کوئی ایک جز بھی نہ پایا جائے تو وہ چیز بھی نہ پائی جائے۔ جیسے: پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن سے مل کر بنتا ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی گیس نہ پائی جائے تو پانی بھی نہیں پایا جائیگا لہٰذا یہ دونوں گیسیں پانی کی حقیقت و ماہیت ہوئیں۔ اسی طرح روٹی کے ٹکڑے اور شوربا یہ دونوں ثرید کی حقیقت ہیں کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی نہ پایا جائے تو ثرید بھی نہیں پایا جائے گا۔

۲- **عوارض**: وہ چیزیں جو شی کی حقیقت سے خارج ہوں یعنی انکے ہونے پر شے کا وجود موقوف نہ ہو۔ جیسے: کالا یا گورا ہونا انسان کے عوارض میں سے ہے۔

وضاحت: کالا ہونا، گورا ہونا، عالم ہونا، جاہل ہونا، انسان کی حقیقت سے خارج ہے۔ کیونکہ انسان کی حقیقت حیوانِ ناطق ہے۔ اور اِنکے بغیر انسان کا پایا جانا ممکن ہے۔ کیونکہ انسان کا وجود اِن چیزوں پر موقوف نہیں ہے۔

۳- **تشخُّص**: اس سے مراد وہ عوارض ہیں جن کے ذریعے ایک ہی حقیقت کے افراد کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ جیسے: موٹا ہونا، چھوٹا ہونا، لمبا ہونا وغیرہ اس کے ذریعے انسان کے افراد مثلاً زید، عمرو غیرہ میں فرق ہو جاتا ہے۔

۴- **شخص**: حقیقت اور تَشَخُّص (جنکا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے) اُن کے مجموعہ کو شخص کہا جاتا ہے۔

جیسے :ذات زید کہ اس کی حقیقت حیوانِ ناطق اور اس کا تشخص چھوٹا یا لمبا ہونا ہے اور ان دونوں کے مجموعے (ذاتِ زید) کا نام شخص ہے۔

۵- **مفہوم**:''مَاحَصَلَ فِيْ الذِّهْن ''یعنی جو چیز ذہن میں آئے اسے مفہوم کہتے ہیں۔

فائدہ :مفہوم، مدلول، معنی میں کوئی ذاتی فرق نہیں صرف اعتباری فرق کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ جو چیز ذہن میں آئے اگر اس میں یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ لفظ سے سمجھی جارہی ہے تو مفہوم اگر یہ اعتبار کیا جائے کہ لفظ اس پر دلالت کرر ہا ہے تو مدلول اور اگر یہ اعتبار کیا جائے کہ لفظ سے اس کا قصد کیا جارہا ہے تو اسے معنی اور مراد کہیں گے۔

اشیاء کی حقیقتیں

اس سبق میں چند اشیاء کی حقیقتیں بیان کی جائیں گی۔

۱- **جوھر**:''هُوَ جِسْمٌ قَائِمٌ بِذَاتِه ''وہ جسم جس کا قیام کسی چیز کے پائے جانے پر موقوف نہ ہو۔یعنی اپنے قائم ہونے میں غیر کا محتاج نہ ہو۔جیسے :تمام اجسام (یعنی انسان، حیوان، چاند، سورج وغیرہ) جوہر ہیں۔

۲- **جسم**:'' هُوَ قَابِلٌ للابَعَادِ الثَّلَاثَةِ ''یعنی جو ابعادِ ثلاثہ (طول، عرض، عُمق یعنی لمبائی، چوڑائی، گہرائی) کو قبول کرے۔جیسے کمپیوٹر- دروازہ وغیرہ

۳- **جسمِ نامی**:''هُوَ جِسْمٌ نَامٍ ''یعنی ہر ایسا جسم جو بڑھنے والا ہو- جیسے: درخت۔

۴- **حیوان**:''هُوَ جِسْمٌ نَامٍ حَسَّاسٌ مُتَحَرِّكٌ بِا لاِرَادَةِ ''یعنی ہر وہ جسمِ نامی جس میں محسوس کرنے کی قوت ہو اور اپنے اختیار سے حرکت کرسکتا ہے۔جیسے: انسان، گدھا، وغیرہ

۵- **انسان**:''هُوَ حَيَوانٌ نَاطِقٌ ''اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے والا۔

۶- **فَرَس**:''هُوَ حَيَوانٌ صَاهِلٌ ''یعنی ہنہنانے والا جاندار۔

۷- **اَسَد**:''هُوَ حَيَوانٌ مُفْتَرِسٌ ''یعنی چیر پھاڑ کرنے والا جانور۔

۸- **حِمَار**: ھُوَ حَیَوَانٌ نَاھِقٌ" یعنی رینکنے والا جانور۔

۹- **غَنَم**: "ھُوَ حَیَوَانٌ ذُوْ دِغَاءٍ" یعنی "میں میں" کرنے والا جانور۔

۱۰- **بَقَر**: "ھُوَ حَیَوَانٌ ذُوْ خُوَارٍ" یعنی "باں باں" کرنے والا جانور۔

۱۰- **لفظ**: "صَوْتٌ یَسْتَقِرُّ بِمَخْرَجٍ" یعنی ایسی آواز جو کسی مخرج پر ٹھہرے۔

۱۱- **کلمہ**: لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًی مُفْرَدٌ" یعنی وہ اکیلا لفظ جو کسی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

فائدہ: جو چیز لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کو قبول کرے وہ "جسمِ مطلق" ہے جیسے: کتاب۔اور جو صرف لمبائی اور چوڑائی کو قبول کرے وہ "سطح" ہے جیسے: کتاب کا ایک طرف کا صفحہ، کہ یہ لمبا اور چوڑا ہے لیکن گہرا نہیں ہے۔اور جو فقط لمبائی کو قبول کرے وہ "خط" ہے جیسے: صفحہ کی ایک عمودی یا افقی طرف۔اور جو لمبائی، چوڑائی، گہرائی کو قبول نہ کرے وہ "نقطہ" ہے جیسے: صفحے کا انتہائی آخری کونہ۔

مفہوم کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جزئی (۲) کلّی

۱- **جزئی**: وہ مفہوم ہے جو عقل کے نزدیک بیک وقت خارج میں کثیر افراد پر صادق نہ آسکے جیسے عمر۔

۲- **کلّی**: وہ مفہوم ہے جو عقل کے نزدیک بیک وقت خارج میں کثیر افراد پر صادق آسکے جیسے انسان۔

وضاحت: دیکھئے اوپر کہا گیا ہے کہ کلّی کثیر افراد پر صادق آتی ہے اور جزئی کثیر افراد پر صادق نہیں آتی تو یہاں سوال ہوتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے ہم آپ کے سامنے ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس میں جزئی بھی کثیر افراد پر صادق آرہی ہے وہ مثال یہ ہے کہ کسی کے سامنے ایک انڈا رکھا جائے تو اس کی معین صورت جو کہ جزئی ہے اس کے ذہن میں آجائے گی لیکن اگر چپکے سے اس شخص کے سامنے سے اس انڈے کو ہٹا کر دوسرا

انڈا اس طرح سے رکھ دیا جائے کہ اسے پتہ نہ چلے تو وہ اس نڈے کو پہلا ہی انڈا سمجھے گا اور اگر اسی طرح تیسرا انڈا رکھ دیا جائے تو وہ اسے بھی پہلا ہی انڈا سمجھے گا تو پہلے انڈے کی متعین صورت جو کہ جزئی ہے کثیر انڈوں پر صادق آئیگی تو کلّی اور جزئی میں کوئی فرق نہ ہوا۔

جواب: یہ بات صحیح ہے کہ پہلے انڈے کی متعین صورت جو کہ جزئی ہے کثیر انڈوں پر صادق آرہی ہے لیکن وہ کثیر انڈوں پر بدل-بدل کر صادق آرہی ہے ایک ساتھ صادق نہیں آرہی ہے اسلئے کہ اگر تینوں انڈوں کو ایک ساتھ رکھ دیا جائے تو وہ تینوں کو پہلا انڈا نہیں سمجھے گا بلکہ ایک پہلا اور دوسرے دو کو اس سے الگ سمجھے گا ہاں اگر تینوں انڈوں کو مذکورہ بالا طریقہ پر الگ-الگ رکھا جائے تو وہ ہر ایک کو پہلا انڈا ہی سمجھے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ جزئی کثیر افراد پر بدل-بدل کر صادق آتی ہے بیک وقت صادق نہیں آتی برخلاف کلّی کے کہ وہ کثیر افراد پر بیک وقت صادق آتی ہے۔

اس پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ ہم آپ کے سامنے ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس میں جزئی کثیر افراد پر بیک وقت صادق آرہی ہے وہ مثال یہ ہے کہ زید کی صورت خارجیہ ایک جزئی ہے لیکن اگر بہت سارے لوگ اس کا تصور کریں تو اس کی صورت ان کے ذہنوں میں بھی آئیگی تو یہ صورت خارجیہ جو کہ جزئی ہے بیک وقت ان تمام ذہنی صورتوں پر صادق آئیگی جو ان لوگوں کے ذہنوں میں ہے پس کلّی کی طرح جزئی بھی بیک وقت کثیر افراد پر صادق آرہی ہے تو کلّی اور جزئی کی تعریف میں کوئی فرق نہ ہوا۔

جواب: جزئی بیک وقت کثیر افراد پر ذہن میں صادق آتی ہے جیسا کہ زید کی وہ صورت خارجیہ جو کہ جزئی ہے ان بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں جو کثیر صورتیں ہیں ان پر بیک وقت صادق آرہی ہے برخلاف کلّی کے کہ وہ کثیر افراد پر خارج میں بیک وقت صادق آتی ہے۔

نوٹ: اب آپ کلّی اور جزئی کی اس تعریف کی جامعیت اور مانعیت کو سمجھ سکیں گے۔

جزء کی تعریف: کسی چیز کا جز یہ ہے کہ وہ چیز اس سے اور اس کے علاوہ

دیگر چیزوں سے مرکب ہو جیسے: اینٹ دیوار کا جزء ہے کیونکہ دیوار اس اینٹ اور اسکے علاوہ دیگر اینٹوں اور سیمینٹ، ریت وغیرہ سے مرکب ہے۔

کل کی تعریف: جو دو یا دو سے زیادہ اجزاء سے مرکب ہو جیسے: دیوار کہ یہ کل ہے کیونکہ یہ بہت سارے اجزاء یعنی اینٹوں سے مل کر بنی ہے۔

فائدہ: جن چیزوں پر کلّی صدق آئے ان کو کلّی کی جزئیات اور افراد کہتے ہیں اور جن چیزوں سے مل کر کل بنے ان میں سے ہر ایک کو جزء کہتے ہیں۔

کلّی اور کل میں فرق: کلّی کے ہر فرد پر تو کل کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن کل کے اجزاء پر کل کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جیسے: انسان ایک کلّی ہے اس کے تمام افراد (زید، عمر، وبکر) پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے یعنی ان میں سے ہر ایک کو انسان کہہ سکتے ہیں۔ اور دیوار ایک کل ہے اس کے ہر جز پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا یعنی ہر اینٹ کو ہم دیوار نہیں کہہ سکتے۔

نسبت کی اقسام

نسبت کی چار قسمیں ہیں:

(۱) نسبتِ تساوی (۲) نسبتِ تباین (۳) نسبتِ عموم خصوص مطلق (۴) نسبتِ عموم خصوص من وجہ۔

۱- **نسبتِ تساوی**: وہ نسبت جو ایسی دو کلّیوں کے درمیان پائی جائے کہ ان میں سے ہر ایک کلّی دوسری کلّی کے ہر۔ ہر فرد پر صادق آئے جیسے: انسان اور ناطق کے درمیان نسبت۔

وضاحت: انسان اور ناطق دو ایسی کلّیاں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسری کلّی کے ہر ہر فرد پر صادق آتی ہے جیسے: ہر انسان ناطق ہے اور ہر ناطق انسان ہے۔

۲- **نسبتِ تباین**: وہ نسبت جو ایسی دو کلّیوں کے درمیان پائی جائے کہ ان میں سے کوئی کلّی بھی دوسری کلّی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے جیسے: انسان اور پتھر۔

وضاحت: انسان اور پتھر دونوں ایسی کلّیاں ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک کلّی بھی دوسری کلّی کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی کیونکہ کوئی بھی انسان پتھر نہیں اور اسی طرح کوئی بھی پتھر انسان نہیں لہٰذا ان دونوں کے درمیان نسبتِ تباین ہے۔

۳- **نسبتِ عموم خصوص مطلق**: وہ نسبت جو ایسی دو کلّیوں کے درمیان پائی جائے کہ ان میں سے ایک کلّی تو دوسری کلّی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے لیکن دوسری کلّی پہلے کے ہر ہر فرد پر صادق نہ آئے بلکہ بعض پر صادق آئے۔ جیسے حیوان اور انسان کے درمیان نسبت۔

حیوان اور انسان دو ایسی کلّیاں ہیں کہ ان میں ایک تو دوسری کلّی کے ہر ہر فرد پر صادق آتی ہے لیکن دوسری کلّی پہلی کلّی کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آتی۔ جیسے ہر انسان حیوان ہے یعنی تمام انسان حیوان ضرور ہونگے۔ لیکن ہر ہر حیوان انسان بھی ہو ایسا نہیں بلکہ بعض حیوان انسان ہوتے ہیں اور بعض حیوان انسان نہیں ہوتے جیسے گائے، بھینس وغیرہ۔

۴- **نسبتِ عموم خصوص من وجہ**: وہ نسبت جو ایسی دو کلّیوں کے درمیان پائی جائے کہ جن میں ہر ایک دوسری کلّی کے بعض افراد پر صادق آئے جیسے: حیوان اور اسود کے درمیان نسبت۔

وضاحت: حیوان اور اسود دو ایسی کلّیاں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کلّی دوسری کلّی کے بعض افراد پر صادق آتی ہے تمام پر نہیں جیسے: بعض حیوان اسود ہیں۔ اس طرح بعض اسود حیوان ہیں۔ یعنی ''بعض حیوان'' کالے ہوتے ہیں مثلاً بھینس، اور ''بعض'' کالے نہیں ہوتے مثلاً بطخ، اسی طرح ''بعض کالی'' اشیاء حیوان ہوتی ہیں جیسے بھینس، اور ''بعض'' حیوان نہیں ہوتی بلکہ کوئی اور شے ہوتی ہیں پتھر وغیرہ۔

فائدہ: جن دو کلّیوں کے درمیان نسبتِ تساوی پائی جائے انہیں ''مُتَسَاوِیَیْن'' کہتے ہیں جن دو کلّیوں کے درمیان نسبت تباین پائی جائے انہیں ''مُتَبَائِنَیْن'' کہتے ہیں جن دو کلّیوں کے درمیان نسبتِ عموم خصوص مطلق پائی جائے ان میں سے وہ کلّی جو دوسری

کلّی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے اسے اعم مطلق اور دوسری کو اخص مطلق کہتے ہیں۔اور وہ دو کلّیاں جن کے درمیان نسبتِ عموم وخصوص من وجہٍ پائی جائے ان میں سے ہر ایک کو اعم و اخص من وجہٍ کہتے ہیں۔

نسبتوں کو پہچاننے کا معیار:

۱- جن دو کلّیوں میں تساوی کی نسبت ہوتی ہے ان سے دو موجبے کلّیے سچے بنتے ہیں جیسے انسان اور ناطق میں تساوی کی نسبت ہے تو ان سے دو موجبے کلّیے سچے بنیں گے۔ پہلا کُلُّ إنسانٍ نَاطِقٌ ہے جو موجبہ کلّیہ بھی ہے اور سچا بھی ہے اسلئے کہ ''ہر انسان ناطق ہوتا ہے'' اور دوسرا کلُّ ناطقٍ إنسانٌ بھی موجبہ کلّیہ بھی ہے اور سچا بھی ہے اسلئے کہ ''ہر ناطق انسان ہوتا ہے''۔

۲- جن دو کلّیوں میں تباین کی نسبت ہوتی ہے ان سے دو سالبے کلّیے سچے بنتے ہیں جیسے انسان اور پتھر میں تباین کی نسبت ہے تو اِن سے دو سالبے کلّیے سچے بنیں گے پہلا لاشَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ ہے جو سالبہ کلّیہ بھی ہے اور سچا بھی ہے اسلئے کہ واقعی کوئی انسان پتھر نہیں ہوتا اور دوسرا لاشَیْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِإِنْسَانٍ ہے جو سالبہ کلّیہ بھی ہے اور سچا ہے بھی اسلئے کہ واقعی کوئی پتھر بھی انسان نہیں ہوتا۔

۳- جن دو کلّیوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے ان سے ایک موجبہ کلّیہ اور ایک سالبہ جزئیہ سچا بنتا ہے جیسے حیوان اور انسان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے تو اِن سے ایک موجبہ کلّیہ اور ایک سالبہ جزئیہ سچا بنے گا پہلا کُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوانٌ ہے جو موجبہ کلّیہ بھی ہے اور سچا بھی ہے اسلئے کہ واقعی ہر انسان حیوان ہوتا ہے۔ دوسرا بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِإِنْسَانٍ سالبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی اسلئے کہ واقعی بعض حیوان انسان نہیں ہوتے جیسے گدھا، بھینس وغیرہ۔

۴- جن دو کلّیوں میں عموم خصوص من وجہٍ کی نسبت ہوتی ہے ان سے ایک موجبہ جزئیہ

اور دوسالبے جزئیئے سچے بنتے ہیں جیسے حیوان اور اسود میں عموم خصوص من وجہٍ کی نسبت ہے تو ان سے ایک موجبہ جزئیہ اور دوسالبے جزئیئے سچے بنیں گے پہلا بَعْضُ الْحَیْوَانِ أَسْوَدُ یہ موجبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی اسلئے کہ واقعی بعض حیوان کالے ہوتے ہیں جیسے بھینس- دوسرا بَعْضُ الْحَیْوَانِ لَیْسَ بِأَسْوَدَ سالبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی اسلئے کہ واقعی کچھ حیوان کالے نہیں ہوتے۔ جیسے اونٹ- تیسرا بَعْضُ الْأَسْوَدِ لَیْسَ بِحَیْوَانٍ سالبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی اسلئے کہ واقعی بعض کالی چیزیں حیوان نہیں ہوتی جیسے کالی ریڈیو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر دو کلّیوں سے دو موجبے کلّیے سچے بنتے ہیں تو ان کے درمیان تساوی اور اگر دوسالبے کلّیے سچے بنتے ہیں تو ان کے درمیان تباین، اور اگر ایک موجبہ کلّیہ اور ایک سالبہ جزئیہ سچا بنتا ہے تو ان کے درمیان عموم خصوص مطلق اور اگر ایک موجبہ جزئیہ اور دوسالبے جزئیئے سچے بنتے ہیں تو ان کے درمیان عموم خصوص من وجہٍ کو نسبت ہے۔

فائدہ: موجبہ ''مثبت'' کو کہتے ہیں اور کلّیہ اسے کہتے ہیں ''جس میں حکم تمام افراد پر ہو'' سالبہ ''منفی'' کو کہتے ہیں اور جزئیہ اسے کہتے ہیں ''جس میں حکم بعض افراد پر ہو''۔

۱- جن دو کلّیوں میں تساوی کی نسبت ہے ان کی نقیضوں میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی یعنی دو قضیے موجبے کلّیے سچے بنیں گے جیسے انسان اور ناطق میں تساوی کی نسبت ہے تو ان کی نقیضوں لَا إِنْسَان اور لَا نَاطِق میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی یعنی دو قضیے موجبے کلّیے سچے بنیں گے جیسے پہلا کُلُّ لَا إِنْسَانٍ لَا نَاطِقٌ ہے جو موجبہ کلیہ بھی ہے اور سچا بھی، کیونکہ واقعی ہر وہ چیز جو انسان نہیں ہوتی وہ ناطق بھی نہیں ہوتی اور دوسرا کُلُّ لَا نَاطِقٍ لَا إِنْسَانٌ ہے جو موجبہ کلیہ بھی ہے اور سچا بھی، کیونکہ واقعی ہر وہ چیز جو ناطق نہیں ہوتی وہ انسان بھی نہیں ہوتی۔

۲- جن دو کلّیوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے ان کی نقیضوں میں بھی عام خاص مطلق کی نسبت ہوگی جیسے انسان اور حیوان میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے تو ان

کی نقیضوں لَاإنْسَان اور لَاحَیَوَان میں بھی عام خاص مطلق کی نسبت ہوگی یعنی دوقضیے ایک موجبہ کلّیہ اورایک سالبہ جزئیہ سچے بنیں گے جیسے پہلا کُلُّ لَاحَیَوَانٍ لَا إنْسَانٌ ہے، کہ موجبہ کلیہ بھی ہےاور سچا بھی، کیونکہ واقعی ہر وہ چیز جو جاندارنہیں ہوتی وہ انسان بھی نہیں ہوتی ۔اوردوسرا بَعْضُ اللَّا إنْسَانِ لَیْسَ بِلَاحَیَوَانٍ ہے جو سالبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی، کیونکہ واقعی بعض وہ چیزیں جوانسان نہیں ہیں حیوان ہیں جیسے گھوڑا۔

۳- جن دوکلّیوں کے درمیان تباینِ کلّی کی نسبت ہےان کی نقیضوں کے درمیان تباینِ جزئی کی نسبت ہوگی یعنی کبھی تو تباینِ کلّی ہوگی اور کبھی عام خاص من وجہٍ ہوگی۔

جیسے موجود اورمعدوم میں تباینِ کلّی کی نسبت ہے توان کی نقیضوں لاموجود اور لامعدوم میں بھی تباینِ کلّی کی نسبت ہے یعنی نقیضوں سے بھی دوقضیے سالبے کلّیے سچے بنتے ہیں، جیسے پہلا لَاشَيءَ مِنَ اللَّا مَوْجُوْدِ بِلاَ مَعْدُوْمٍ (کوئی معدوم موجودنہیں ہے) جو سالبہ کلیہ بھی ہےاورسچا بھی، کیونکہ واقعی کوئی معدوم موجودنہیں ہوتا،اوردوسرا لاَ شَيْءَ مِنَ اللَّامَعْدُوْمِ بِلاَ مَوْجُوْدٍ (کوئی موجودمعدوم نہیں ہے) جوسالبہ کلیہ بھی ہےاورسچا بھی، کیونکہ واقعی کوئی موجودمعدوم نہیں ہوتا۔

اورجیسے إنسان اورلا حیوان میں توتباینِ کلّی کی نسبت ہے کیونکہ کوئی انسان جاندارنہ ہوایسانہیں ہوتا لیکن ان کی نقیضوں لا إنسان اور حیوان میں عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہے کیونکہ ان سے تین قضیے ایک موجبہ جزئیہ دوسالبے جزئیۓ سچے بنتے ہیں، جیسے بَعْضُ اللَّا إنْسَانِ حیوانٌ (بعض چیزیں جوانسان نہیں ہوتی حیوان ہوتی ہیں) تو یہ موجبہ جزئیہ بھی ہےاورسچا بھی، کیونکہ واقعی بعض چیزیں انسان تونہیں ہوتی، لیکن حیوان ہوتی ہیں، جیسے گدھا۔اورجیسے بَعْضُ اللَّا إنْسَانِ لَیْسَ بِحَیوَانٍ (بعض چیزیں جو انسان نہیں ہوتی وہ حیوان بھی نہیں ہوتی) تو یہ سالبہ جزئیہ بھی ہے اورسچا بھی، کیونکہ واقعی بعض چیزیں جوانسان نہیں ہوتی وہ حیوان بھی نہیں ہوتی جیسے رومال۔اوربَعْضُ الْحَیَوَانِ

لَیْسَ بِلا إنْسَانٍ (بعض حیوان انسان ہیں) کہ یہ سالبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی، کیونکہ واقعی بعض حیوان انسان ہوتے ہیں جیسے انسان۔

۴- جن دوکلّیوں میں عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہے ان کی نقیضوں میں تباینِ جزئی کی نسبت ہوگی یعنی کبھی عام خاص من وجہٍ اور کبھی تباینِ کلّی جیسے حیوان اور أبیض میں عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہے۔

اوران کی نقیضوں لاحَیَوان اور لاأبْیَض میں بھی عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہے یعنی نقیضوں سے بھی تین قضیے ایک موجبہ جزئیہ دو سالبے جزئیے سچے بنتے ہیں جیسے بَعْضُ اللَّا حَیَوَانِ لَاأبْیَضُ (بعض چیزیں جو جاندار نہیں ہوتی وہ سفید بھی نہیں ہوتی) جیسے کالی ٹوپی، کہ یہ جاندار بھی نہیں ہے اور سفید بھی نہیں ہے۔تو یہ قضیہ موجبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی۔اور بَعْضُ اللَّا حَیَوَانِ لَیْسَ بِلَا أبْیَضَ (بعض چیزیں جو حیوان نہیں وہ سفید ہیں) جیسے سفید رومال، کہ یہ حیوان نہیں ہے، لیکن سفید ہے تو یہ قضیہ سالبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی۔اور بَعْضُ اللَّا أبْیَضِ لَیْسَ بِلَاحَیَوَانٍ (کہ بعض چیزیں جو سفید نہیں ہیں وہ حیوان ہے) جیسے کالی بھینس، کہ یہ سفید تو نہیں لیکن حیوان ہے، تو یہ قضیہ سالبہ جزئیہ بھی ہے اور سچا بھی۔

اور جیسے لاإنسان اور حیوان میں عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہے لیکن ان کی نقیضوں إنسان اور لا حیوان میں تباینِ کلّی کی نسبت ہے یعنی دو قضیے سالبے کلّیے سچے بنتے ہیں، جیسے لَاشَيْءَ مِنَ الْإنْسَانِ بِلَا حَیَوَانٍ (کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہوتا جو حیوان نہ ہو) کہ یہ سالبہ کلیہ بھی ہے اور سچا بھی، کیونکہ واقعی کوئی انسان ایسا نہیں ہوتا جو حیوان نہ ہو۔ اور لاشَيْءَ مِنَ اللَّا حَیَوَانِ بِإنْسَانٍ (کوئی بھی چیز جو جاندار نہ ہو وہ انسان نہیں ہوتی) کہ یہ سالبہ کلیہ بھی ہے اور سچا بھی، کیونکہ واقعی کوئی غیر جاندار انسان نہیں ہوتا۔

جزئی دو طرح کی ہوتی ہے ایک جزئی حقیقی اور دوسری جزئی اضافی۔

جزئی حقیقی کا بیان پچھلے سبق میں گذر چکا ہے، یہاں جزئی اضافی کو بیان کیا جاتا ہے۔

۲-جزئی اضافی: "هُوَ مَا كَانَ أَخَصُّ تَحْتَ الْأَعَمِّ" یعنی ہر وہ اخص جواعم کے تحت آئے[1] جیسے: انسان۔

وضاحت: چونکہ انسان کے افراد حیوان کے افراد سے کم ہیں۔لہٰذا انسان اخص ہے یہ صرف انسانوں (زید، عمر، بکر وغیرہ) پر ہی بولا جاتا ہے اور حیوان اعم ہے، کیونکہ یہ انسان کے علاوہ دیگر اشیاء (حمار، غنم، فرس وغیرہ) پر بھی بولا جاتا ہے۔لہٰذا انسان ایسا اخص ہوا جواعم (حیوان) کے تحت پایا جارہا ہے اور ہر اخص جواعم کے تحت ہو وہ جزئی اضافی ہوتا ہے، لہٰذا انسان جزئی اضافی ہوا۔

فائدہ: جزئی حقیقی "خاص" اور جزئی اضافی "عام" ہے یعنی ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی تو ہوتی ہے، لیکن ہر جزئی اضافی جزئی حقیقی نہیں ہوتی ہے۔جیسے: زید جزئی حقیقی ہے، کیونکہ اس کا اطلاق خاص اور متعین پر ہوتا ہے اور چونکہ یہ اعم (انسان) کے تحت واقع ہے اسلئے جزئی اضافی بھی ہے۔اور انسان جزئی اضافی تو ہے کیونکہ یہ اعم (حیوان) کے تحت واقع ہے لیکن یہ جزئی حقیقی نہیں کیونکہ اس پر جزئی حقیقی کی تعریف صادق نہیں آتی۔

فائدہ: کلّی اور جزئی ہونا درحقیقت معانی کی صفت ہے یعنی معانی کلّی اور جزئی ہوتے ہیں لیکن چونکہ الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں اس وجہ سے انہیں کلّی اور جزئی کہہ دیتے ہیں یہ تَسْمِيَةُ الدَّال بِاسْمِ الْمَدْلُوْل کے قبیل سے ہے۔

کلّی کی تقسیمات

کلّی کی دوطرح سے تقسیم کی جاتی ہے:

۱- کلّی کے افراد کے خارج میں پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے۔

۲- کلّی کے اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

---

[1] جزئی اضافی کی وجہ تسمیہ فائدہ: اضافت کے معنی نسبت کے ہیں اس کی جزئیت اپنے غیر (مافوق) کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے اپنے اعتبار سے نہیں اس لئے اسے جزئی اضافی کہتے ہیں۔

ا-کلّی کے افراد کے خارج میں پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے تقسیم:

اس اعتبار سے کلّی کی چھ قسمیں ہیں:

۱- یا تو ایسی کلّی ہوگی جس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممتنع ہوگا یعنی اسکے افراد خارج میں پائے ہی نہیں جا سکتے جیسے: شریکِ باری تعالی۔ کہ خارج میں کوئی باری تعالی کا شریک پایا ہی نہیں جا سکتا۔

۲- یا ایسی کلّی ہوگی جس کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممکن تو ہے لیکن کوئی فرد پایا نہ جائے جیسے: عَنقاء، ڈائنا سور اور عُقاب وغیرہ۔ کہ ان کا پایا جانا ممکن تو ہے مگر پائے نہیں جاتے۔

۳- یا ایسی کلّی ہوگی جسکا صرف ایک ہی فرد (ضروری طور پر) پایا جائے اور دوسرے افراد کا پایا جانا محال (ناممکن) ہو جیسے: واجب الوجود (جسکا وجود ضروری ہو)۔ کہ یہ صرف اللہ کی ذات ہی ہے کوئی اور واجب الوجود ہو ہی نہیں سکتا۔

۴- یا ایسی کلّی ہوگی جس کا صرف ایک ہی فرد پایا جائے اور دوسرے افراد کا پایا جانا ممکن ہو۔ جیسے: سورج، چاند وغیرہ۔

۵- یا ایسی کلّی ہوگی جس کے بہت سارے افراد خارج میں پائے جاتے ہوں اور وہ افراد متناہی (یعنی محدود) ہوں جیسے: کواکبِ سیارہ یعنی شمس، قمر، مریخ، زحل، مشتری، عطارد، زہرہ وغیرہ۔ کہ یہ محدود ہیں

۶- یا پھر ایسی کلّی ہوگی جس کے بہت سارے افراد خارج میں پائے جاتے ہوں اور وہ غیر متناہی (یعنی لامحدود) ہوں۔ جیسے: معلوماتِ باری تعالی۔ کہ یہ غیر محدود ہیں کیونکہ یہ شمار میں نہیں آسکتی۔

الحاصل: کلّی کے خارج میں پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے کل تین قسمیں بنتی ہیں۔

(۱) واجِبُ الوجود. (۲) مُمْتَنِعُ الوجود. (۳) مُمْكِنُ الوجود

۱- **واجِبُ الوجود**: جس کا عدم (نہ ہونا) محال ہو اور وجود (ہونا) ضروری ہو اس کلّی کا ایک ہی فرد پایا جاتا ہے یعنی ذات باری تعالیٰ عزوجل۔

۲- **مُمْتَنِعُ الوجود**: جس کا وجود محال ہو اور عدم ضروری ہو۔ جیسے: شریکِ باری تعالیٰ۔ اس کلّی کا کوئی فرد نہیں پایا جاتا۔

۳- **مُمْكِنُ الوجود**: جس کا وجود اور عدم دونوں محال نہیں یعنی جس کا وجود و عدم دونوں ممکن ہوں۔ جیسے: عنقاء، یاقوت کا پہاڑ وغیرہ۔

کلّی کے اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے تقسیم

اس اعتبار سے کلّی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کلّی ذَاتِی (۲) کلّی عَرْضِی

۱- **کلّی ذاتی**: جو کلّی اپنے افراد کی حقیقت سے خارج نہ ہو اسے ''کلّی ذاتی'' کہتے ہیں: جنس، نوع، فصل۔

کلّی ذاتی کی دو صورتیں ہیں:

(۱) وہ جو اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہو جیسے نوع۔ (۲) وہ جو اپنے افراد کی حقیقت کا جز ہو جیسے جنس اور فصل۔

وضاحت: اول مثلاً ''انسان'' نوع ہے کیونکہ یہ اپنے افراد (زید، عمر، بکر، وغیرہ) کی حقیقت یعنی حیوانِ ناطق کا عین ہے اسلئے کہ جو مفہوم حیوانِ ناطق کا ہے بعینہٖ وہی مفہوم انسان کا ہے۔ ثانی جیسے حیوانِ ناطق میں ''حیوان'' جنس ہے اور ''ناطق'' فصل ہے اور یہ دونوں انسان کی حقیقت کا جز ہیں

۲- **کلّی عرضی**: جو کلّی اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو وہ ''کلّی عرضی'' ہے جیسے: خاصہ، عرضِ عام

وضاحت: جیسے ضَاحِک (ہنسنے والا) انسان کا خاصہ ہے، اور اسکی حقیقت سے

خارج ہے کیونکہ اسکی حقیقت حیوانِ ناطق ہے۔اور ایسے ہی مَاشِی کہ یہ انسان کا عرضِ عام ہے لیکن یہ اسکی حقیقت سے خارج ہے۔

کلّی ذاتی کی اقسام

اس کی تین قسمیں ہیں:(۱)جنس (۲)نوع (۳)فصل

۱-**جنس**:''هُوَ كُلِّيٌّ مَقُوْلٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُخْتَلِفِيْنَ بِالْحَقَائِقِ فِيْ جَوَابِ مَاهُوَ''۔

یعنی جنس وہ کلّی ہے جو مَاهُوَ کے جواب میں ایسے بہت سارے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں الگ۔الگ ہوں۔جیسے حیوان۔

وضاحت: جیسے اِنسان اور فَرَس ان دونوں کی حقیقتیں الگ۔الگ ہیں جب ہم ان کے بارے میں مَاهُمَا ؟ سے سوال کریں گے تو جواب میں حیوان آئیگا لہٰذا حیوان جنس ہے۔

نوع کی تعریف:''هُوَ كُلِّيٌّ مَقُوْلٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُتَّفِقِيْنَ بِالْحَقَائِقِ فِيْ جَوَابِ مَا هُوَ ''نوع ایسی کلّی ہے جو مَاهو کے جواب میں ایسے بہت سارے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہو۔جیسے:انسان۔

وضاحت :جیسے زید،عمر،بکر ان تینوں کی حقیقت ایک ہے(یعنی تینوں حیوانِ ناطق ہیں)جب ہم ان کے بارے میں مَاهُمْ؟ سے سوال کریں گے تو جواب میں انسان آئے گا لہٰذا معلوم ہوا کہ انسان نوع ہے۔

فصل:''هُوَ كُلِّيٌّ مَقُوْلٌ عَلَى الشَّيْءِ فِيْ جَوَابِ "أَيُّ شَيْءٍ هُوَ فِيْ ذَاتِهِ''

یعنی فصل ایسی کلّی ہے جو اَیُّ شَیْءٍ هُوَ فِیْ ذَاتِهِ؟ کے جواب میں کسی شے پر بولی جائے اور اپنے اور افراد کو جنس میں شریک چیزوں سے ممتاز کرے۔

وضاحت :جب ہم انسان کے بارے میں سوال کریں گے اَلاِنْسَانُ أَيُّ شَيْءٍ هُوَفِيْ ذَاتِهِ؟ یعنی انسان اپنی ذات کے اعتبار سے کیا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ وہ

ناطق ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ ''ناطق'' انسان کیلئے فصل ہے کیونکہ اس نے انسان کو جنس یعنی حیوان میں شریک تمام چیزوں (گائے، بھینس، بکری وغیرہ) سے ممتاز کر دیا ہے۔

جنس کی تقسیمات

جنس کی دو طرح سے تقسیم کی جاتی ہے:

(۱) قُرب وبُعد کے اعتبار سے (۲) ترتیب کے اعتبار سے۔

۱- قُرب وبُعد کے اعتبار سے جنس کی تقسیم:

اس اعتبار سے جنس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جنسِ قریب (۲) جنسِ بعید

۱- **جنسِ قریب**: کسی ماہیت کی جنس قریب وہ جنس ہے کہ اس جنس کے جس کسی فرد کو بھی اس ماہیت کے ساتھ ملا کر ما ھما؟ کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں وہ جنس بولی جائے۔ جیسے انسان کی جنس قریب حیوان ہے کیونکہ حیوان کے جس فرد کو انسان کے ساتھ ملا کر ماھما؟ سے سوال کریں تو جواب میں ''حیوان'' واقع ہوگا۔ مثلاً: **الانسان والاسد ماھما؟ الانسان والحمار ما ھما؟ الانسان والبغل ماھما ؟** ان سب سوالوں کا جواب ''حیوان'' آئے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انسان کی جنس قریب ''حیوان'' ہے۔

۲- **جنسِ بعید**: کسی ماہیت کی جنسِ بعید وہ جنس ہے جس کے بعض افراد کو جب اس ماہیت کے ساتھ ملا کر ماھما؟ کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں وہ جنس واقع ہو اور جب بعض دوسرے افراد کو اس ماہیت کے ساتھ ملا کر ماھما؟ کے ذریعہ سوال کیا جائے تو وہ جنس جواب میں نہ بولی جائے بلکہ کوئی دوسری جنس جواب میں بولی جائے۔ جیسے: انسان کی جنسِ بعید جسمِ نامی ہے کیونکہ جسمِ نامی کے افراد میں کچھ افراد ہیں کہ جب ان کو انسان کے ساتھ ملا کر ماھما؟ کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں جسمِ نامی آئے گا اور بعض دوسرے ایسے افراد ہیں کہ جب ان

کوانسان کے ساتھ ملا کر ما ھما؟ کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں جسمِ نامی واقع نہ ہوگا۔ چنانچہ جب سوال کیا جائے: اَلإنسانُ وَالنَّخْلُ ما ھما؟ الإنسانُ والجامُوْنُ (جامن) ماھما؟ تو جواب میں جسمِ نامی آئے گا اور جب سوال کریں کہ الإنسانُ والحِمارُ ماھما؟ الإنسانُ والکلْبُ ماھما؟ تو جواب میں جسمِ نامی نہیں بلکہ ''حیوان'' آئے گا حالانکہ نَخْل اور جامُن کی طرح حِمار اور کلْب بھی جسمِ نامی کے افراد میں داخل ہیں۔

۲- ترتیب کے اعتبار سے جنس کی تقسیم:

اس اعتبار سے جنس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جنسِ عالی (۲) جنسِ سافل (۳) جنسِ متوسط (۴) جنسِ مفرد۔

۱- **جنسِ عالی**: ''هُوَ مَالَا يَكُوْنُ فَوْقَهُ جِنْسٌ وَيَكُوْنُ تَحْتَهُ جِنْسٌ'' یعنی وہ جنس جس کے اوپر تو کوئی جنس نہ ہو لیکن اس کے نیچے جنس پائی جائے۔ جیسے جوہر، کہ اسکے اوپر تو کوئی جنس نہیں البتہ اسکے نیچے جسمِ مطلق اور جسمِ نامی جیسی جنسیں موجود ہیں۔

فائدہ: جنسِ عالی کو'' جِنْسُ الأجْنَاس ''بھی کہتے ہیں:

۲- **جنسِ سافل**: ''وَهُوَ مَا لا يَكُوْنُ تَحْتَهُ جِنْسٌ وَيَكُوْنُ فَوْقَهُ جِنْسٌ'' یعنی وہ جنس جس کے نیچے تو کوئی جنس نہ پائی جائے جب کہ اس کے اوپر جنس پائی جائے جیسے: حیوان، کہ اس کے نیچے نوع پائی جاتی ہے جنس نہیں جیسے انسان، البتہ اسکے اوپر جسمِ مطلق اور جسمِ نامی جیسی جنسیں پائی جاتی ہیں۔

۳- **جنسِ متوسط**: ''وَهُوَ مَايَكُوْنُ تَحْتَهُ وَفَوْقَهُ جِنْسٌ'' یعنی وہ جنس جس کے اوپر بھی جنس ہو اور نیچے بھی۔ جیسے: جسمِ نامی، کہ اسکے اوپر بھی جنس ہیں جو ''جسمِ مطلق'' وغیرہ ہیں، اور اسکے نیچے بھی جنس ہے جو ''حیوان'' ہے۔

۴- **جنسِ مفرد**: ''هُوَ مَالَايَكُوْنُ تَحْتَهٗ جِنْسٌ وَلَا فَوْقَهٗ جِنْسٌ ''یعنی وہ جنس جس کے اوپر نیچے کوئی جنس نہ ہو جیسے: عقل جبکہ جوہر کو اس کی جنس نہ مانا جائے۔

نوع کی اقسام

اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) نوعِ عالی (۲) نوعِ سافل (۳) نوعِ متوسط (۴) نوعِ مفرد

۱- **نوعِ عالی**: ''هُوَ مَا يَكُوْنُ تَحْتَهٗ نَوْعٌ وَلَا يَكُوْنُ فَوْقَهٗ نَوْعٌ ''یعنی وہ نوع جس کے نیچے تو نوع پائی جائے (چاہے وہ حقیقی ہو یا اضافی) لیکن اس کے اوپر کوئی نوع نہ ہو۔ جیسے: جسمِ مطلق، کہ اسکے نیچے تو نوع ہیں جو ''انسان اور جسمِ نامی'' وغیرہ ہیں البتہ اوپر نوع نہیں بلکہ جنس ہے جو کہ ''جوہر'' ہے۔

۲- **نوعِ سافل**: ''هُوَ مَالَا يَكُوْنُ تَحْتَهٗ نَوْعٌ وَيَكُوْنُ فَوْقَهٗ نَوْعٌ ''یعنی وہ نوع جس کے نیچے کوئی نوع نہ ہو لیکن اس کے اوپر کوئی نوعِ اضافی ہو۔ جیسے انسان کہ اسکے نیچے تو کوئی نوع نہیں البتہ اوپر ''حیوان'' وغیرہ نوعِ اضافی موجود ہیں۔

فائدہ: نوعِ سافل کو نوعُ الانواع بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ نوع تمام انواع سے اخص ہے۔ جیسے: انسان۔

۳- **نوعِ متوسط**: ''هُوَ مَايَكُوْنُ تَحْتَهٗ نَوْعٌ وَفَوْقَهٗ نَوْعٌ ''یعنی وہ نوع جس کے اوپر بھی نوع ہو اور نیچے بھی (چاہے نوعِ حقیقی ہو یا اضافی)۔ جیسے: حیوان، کہ اسکے اوپر ''جسمِ نامی اور جسمِ مطلق'' جو نوعِ اضافی ہیں موجود ہیں اسی طرح نیچے بھی ''انسان'' جو نوعِ حقیقی ہے موجود ہے۔

۴- **نوعِ مفرد**: ''هُوَ مَالَايَكُوْنُ تَحْتَهٗ نَوْعٌ وَلَا فَوْقَهٗ نَوْعٌ ''یعنی وہ نوع جس کے اوپر نیچے کوئی نوع موجود نہ ہو۔ جیسے: عقل جب کہ جوہر کو اس کی جنس مانا جائے۔

فائدہ: نوع کی ایک دوسری قسم بھی ہے جس کو نوعِ اضافی کہا جاتا ہے۔

نوع اضافی: ''هُوَ مَا هِيَةٌ يُقَالُ عَلَيْهَا وَعَلٰى غَيْرِهَا الْجِنْسُ فِيْ جَوَابِ مَاهُوَ ''یعنی نوع اضافی ایسی ماہیت ہے اگر اس کو کسی دوسری ماہیت سے ملا کر ماھو؟ کے ذریعے سوال کیا جائے تو جواب میں جنس آئے جیسے: حیوان

وضاحت: حیوان نوعِ اضافی ہے کیونکہ اگر اس کو کسی دوسری ماہیت سے ملا کر ماھو ؟ کے ذریعے سوال کریں تو جواب میں جنس آئے گا۔ جیسے: ''اَلْحَيَوَانُ وَالشَّجَرُ مَاهُمَا''تو اس کا جواب ''جسمِ نامی'' آئے گا جو کہ جنس ہے۔

فصل کی تقسیمات

فصل کی دو طرح سے تقسیم کی جاتی ہے:

(۱) قرب و بعد کے اعتبار سے (۲) نسبت کے اعتبار سے

۱-قرب و بعد کے اعتبار سے فصل کی تقسیم:

اس اعتبار سے فصل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فصلِ قریب (۲) فصلِ بعید

۱- **فصلِ قریب:** ''هُوَ الْمُمَيِّزُ عَنِ الْمُشَارِكَاتِ فِي الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ'' وہ فصل ہے جو ماہیت کو جنسِ قریب میں شریک تمام چیزوں سے جدا کر دے جیسے: ناطق انسان کیلئے فصلِ قریب ہے۔

وضاحت: ''ناطق'' انسان کیلئے فصلِ قریب ہے کیونکہ حیوان جو کہ انسان کیلئے جنسِ قریب ہے، اس میں جو چیزیں انسان کے ساتھ حیوان ہونے میں شریک ہیں (جیسے: فرس، حمار وغیرہ) ناطق نے انسان کو ان سب سے جدا کر دیا۔

۲- **فصلِ بعید:** ''هُوَ الْمُمَيِّزُ عَنِ الْمُشَارِكَاتِ فِي الْجِنْسِ الْبَعِيْدِ'' وہ فصل ہے جو کسی ماہیت کو جنسِ بعید میں شریک تمام چیزوں سے جدا کرے۔ جیسے حَسَّاس انسان کیلئے فصلِ بعید ہے۔

وضاحت: ''حساس'' انسان کیلئے فصلِ بعید ہے کیونکہ جسمِ نامی (جو کہ انسان کیلئے جنسِ بعید ہے) اس میں جو چیزیں انسان کے ساتھ شریک تھیں (جیسے: درخت وغیرہ) حساس نے انسان کو ان سب سے جدا کر دیا۔ کیونکہ درخت وغیرہ ''حساس'' نہیں ہے۔

نسبت کے اعتبار سے فصل کی تقسیم

اس اعتبار سے بھی فصل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مُقَوِّمْ (۲) مُقَسِّمْ

۱-**مُقَوِّمْ**[۱]: فصل کی نسبت نوع کی طرف ہو تو اسے مقوِّم کہتے ہیں۔

وضاحت: فصل، نوع کی حقیقت میں داخل ہوتی ہے اس لئے فصل کو نوع کے اعتبار سے مقوِّم کہتے ہیں کیونکہ مقوِّم کے معنی ہیں کسی شئی کی حقیقت میں داخل ہو کر اسے وجود پزیر کرنے والا جیسے ناطق کہ یہ انسان کی حقیقت میں داخل ہے اور اسے وجود میں لاتا ہے اسلئے یہ اسکے لئے مقوِّم ہے۔

۲-**مُقَسِّمْ**[۲]: فصل کی نسبت جنس کی طرف ہو تو اسے مقسِّم کہتے ہیں۔

وضاحت: فصل، جنس کی تقسیم کرتی ہے اس لئے فصل کو جنس کے اعتبار سے مُقَسِّم کہتے ہیں

---

[۱] مقوم کی وجہ تسمیہ مقوم کے معنی ہیں قوام (حقیقت ذات) میں داخل ہونیوالا جزء بن جانے والا وجود پذیر کرنے والا یہ فصل بھی چونکہ ماہیت کا جزء ہوتی ہے اور ماہیت کو وجود بخشتی ہے اس وجہ سے فعل کی ماہیت کی طرف نسبت کرنے کی صورت میں اسکو مقوم کہتے ہین جیسے ناطق انسان کی ماہیت کا جزء ہے اور اس کی حقیقت وقوام میں داخل ہے اس لیے کہ انسان نام ہے حیوان ناطق کا تو جس طرح حیوان انسان کا جزء ہے اسی طرح ناطق بھی ایک جزء ہے تو ناطق انسان کا مقوم ہے۔

[۲] مقسم کی وجہ تسمیہ: مقسم کے معنی ہیں تقسیم کرنے والا تو یہ فصل بھی جنس کے ساتھ وجود وعدم کے اعتبار سے ملنے کی وجہ سے جنس کی تقسیم یعنی دو قسمیں کر دیتی ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ناطق جب حیوان کے ساتھ ملا تو ایک قسم وجود کے اعتبار سے حیوان ناطق ہوئی اور جب ناطق عدم کے اعتبار سے حیوان سے ملا تو اس اعتبار سے دوسری قسم حیوان غیر ناطق ہوئی، لہٰذا ہر فصل اپنی جنس کی مقسم ہوئی۔

کیونکہ مُقَسِّم کے معنی ہے تقسیم کرنے والا جیسے: ناطق حیوان کیلئے مُقَسِّم ہے کیونکہ یہ حیوان کی تقسیم کررہا ہے حیوانِ ناطق اور حیوان غیر ناطق کی طرف۔

مقوِّم ومقسِّم کا حکم

مقوِّم کا حکم: ہر وہ فصل جو نوعِ عالی کیلئے مقوِّم ہوگی یعنی اسے وجود بخشے گی وہ نوعِ سافل کیلئے ضرور مقوِّم ہوگی یعنی اسے بھی ضرور وجود بخشے گی جیسے: قَابِلٌ لِلأَبْعَادِ الثَّلٰثَةِ (طول، عرض، عمق کو قبول کرنے والا) ہونا جسمِ مطلق جو نوعِ عالی ہے اس کیلئے مقوِّم ہے اسی طرح یہ ''جسمِ نامی، حیوان اور انسان'' کیلئے بھی مقوِّم ہے جو اس کی نوعِ سافل ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ جو فصل نوعِ سافل کیلئے مقوِّم ہوگی وہ نوعِ عالی کیلئے بھی مقوِّم ہوگی جیسے: ناطق انسان کیلئے تو مقوِّم ہے لیکن یہ انسان سے اوپر والی انواع (حیوان، جسمِ نامی وغیرہ) کیلئے مقوِّم نہیں، بلکہ مقسِّم ہے کیونکہ ناطق انہیں دو حصوں میں بانٹ دیتا ہے، مثلاً حیوان کو ''حیوانِ ناطق اور حیوانِ غیر ناطق'' کی طرف اسی طرح جسمِ نامی کو ''جسمِ نامی ناطق اور جسمِ نامی غیر ناطق'' کی طرف۔

مقسِّم کا حکم: ہر وہ فصل جو جنسِ سافل کیلئے مقسِّم ہوگی وہ جنسِ عالی کیلئے بھی مقسِّم ہوگی جیسے: ناطق جس طرح یہ ''حیوان'' کیلئے مقسِّم ہے کہ اس نے حیوان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ''حیوانِ ناطق اور حیوان غیر ناطق''۔

اسی طرح یہ جسمِ نامی اور جسمِ مطلق کیلئے بھی مقسِّم ہے، کیونکہ یہ انہیں دو حصوں میں بانٹ دیتا ہے ایک جسمِ نامی ناطق اور دوسرا جسمِ نامی غیر ناطق اسی طرح جسمِ مطلق کو بھی۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ جو فصل جنسِ عالی کیلئے مقسِّم ہو وہ جنسِ سافل کیلئے مقسِّم ہو جیسے: حساس یہ جسمِ نامی کیلئے تو مقسِّم ہے کہ اس نے جسمِ نامی کو حساس اور غیر حساس میں تقسیم کر دیا، لیکن یہ حیوان کیلئے مقسِّم نہیں بلکہ مقوِّم ہے کیونکہ حیوان سارے حساس ہیں۔

کلّی عرضی کی تقسیمات

کلّی عرضی کی دو طرح سے تقسیم کی جاتی ہے۔

۱- ''ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ'' خاص ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

۲- ''معروض'' سے جدا ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

۱-''ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ'' خاص ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کلّی عرضی کی تقسیم:

اس اعتبار سے کلّی عرضی کی دو قسمیں ہیں: (۱) خاصہ (۲) عرضِ عام

۱- **خاصہ**: ''هُوَ كُلِّيٌّ خَارِجٌ عَنْ حَقِيْقَةِ الْأُفْرَادِ مَقُوْلٌ عَلٰى أُفْرَادٍ وَاقِعَةٍ تَحْتَ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ''یعنی خاصہ وہ کلّی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور ایسے افراد پر بولی جائے جو ایک ہی حقیقت کے تحت واقع ہوں جیسے: ضَاحِک انسان کیلئے خاصہ ہے۔ اسے ''عرضِ خاص'' بھی کہا جاتا ہے۔

وضاحت: ضَاحِک انسان کیلئے خاصہ ہے کیونکہ یہ انسان کی حقیقت (حیوانِ ناطق) سے خارج ہے اور یہ (یعنی ضَاحِک) صرف اور صرف انسان ہی کے افراد میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ صرف انسان ہی ہنستے ہیں۔

۲- **عرضِ عام**: ''هُوَ كُلِّيٌّ خَارِجٌ عَنْ حَقِيْقَةِ الْأُفْرَادِ مَقُوْلٌ عَلٰى أَفْرَادٍ وَاقِعَةٍ تَحْتَ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَعَلٰى غَيْرِهَا''یعنی عرضِ عام وہ کلّی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور ایسے افراد پر بولی جائے جو ایک حقیقت کے تحت واقع ہوں اور ایسے افراد پر بھی بولی جائے جن کی حقیقت مختلف ہو۔ جیسے: ماشی انسان کے افراد کیلئے بھی بولا جاتا ہے اور غنم، فرس کے افراد کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔

خاصہ کی اقسام

خاصہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) خاصۂ شاملہ (۲) خاصۂ غیر شاملہ

خاصۂ شاملہ: وہ خاصہ ہے جو ان تمام افراد میں پایا جائے جن کا وہ خاصہ ہے جیسے: کاتب بالقوہ ہونا انسان کیلئے خاصۂ شاملہ ہے کیونکہ تمام انسان لکھ سکتے ہیں۔

نوٹ: بالقوۃ سے مراد یہ ہے کام کرنے کی صلاحیت ہو لیکن اس وقت نہ کرے۔

۲-**خاصۂ غیر شاملہ**: وہ خاصہ ہے جو ان تمام افراد میں نہ پایا جائے جن کا وہ خاصہ ہے بلکہ بعض افراد میں پایا جائے جیسے: کاتب بالفعل ہونا انسان کیلئے خاصۂ شاملہ ہے کیونکہ بالفعل کچھ ہی انسان لکھتے ہیں۔

نوٹ: بالفعل سے مراد کام کرنے کی صلاحیت بھی ہو اور اس وقت کرے بھی۔

فائدہ: کلّی ذاتی وعرضی کی ایک اور بھی تعریف کی گئی ہے۔

کلّی ذاتی: وہ کلّی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو۔

کلّی عرضی: وہ کلّی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل نہ ہو۔

دونوں میں فرق: کلّی ذاتی وعرضی کی مشہور تعریفات اور مذکورہ بالا تعریفات میں فرق یہ ہے کہ مشہور تعریف کے مطابق نوع، کلّی ذاتی کی ایک قسم ہے مگر مذکورہ بالا تعریفات کے مطابق نوع کلّی عرضی کی قسم بن جائے گی، کیونکہ یہ اپنے افراد کی حقیقت میں داخل نہیں بلکہ یہ اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہے۔

فائدہ: کلّی ذاتی وعرضی کی پانچوں قسموں کو کلّیات خمسہ کہا جاتا ہے۔

معروض سے جدا ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کلّی عرضی کی تقسیم

اپنے معروض سے جدا ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کلّی عرضی یعنی خاصہ اور عرضِ عام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عرضِ لازم (۲) عرضِ مفارق

۱-**عرضِ لازم**:وہ کلّی عرضی ہے جسکا اپنے معروض سے جدا ہونا ممتنع ہو۔جیسے: زوجیت (یعنی جفت ہونا) چار کے عدد کیلئے عرضِ لازم ہے۔

وضاحت:اس مثال میں ''چار''معروض اور''جفت ہونا''اس کا عارض ہے اور اِس کا یعنی جفت ہونے کا اپنے معروض یعنی''چار'' سے جدا ہونا محال ہے۔کیونکہ''چار'' ہمیشہ ہی جفت ہوتا ہے۔

۲-**عرضِ مفارق**:وہ کلّی عرضی ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہو۔جیسے:حرکت آسمان کے لئے عرضِ مفارق ہے کیونکہ حرکت آسمان سے جدا ہوسکتی ہے۔

لازم کی تقسیمات

لازم کی بھی دوطرح سے تقسیم کی جاتی ہے:

۱-ماہیت ووجود کے اعتبار سے

۲-دلیل کی طرف محتاج ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

ماہیت ووجود کے اعتبار سے لازم کی تقسیم:

اس اعتبار سے لازم کی تین قسمیں ہیں:

(۱)لازمِ ماہیت (۲)لازمِ وجودِ خارجی (۳) لازمِ وجودِ ذہنی

۱-**لازمِ ماہیت کی تعریف**:وہ لازم ہے جسکا معروض سے جدا ہونا معروض کی ماہیت کی وجہ سے (قطع نظر وجودِ ذہنی وخارجی کے) ممتنع ہو جیسے: جفت ہونا''چار'' کیلئے لازمِ ماہیت ہے۔

وضاحت:جفت ہونا''چار'' کیلئے لازمِ ماہیت اس لئے ہے کہ''چار'' کی ماہیت یہ چاہتی ہے کہ جفت ہونا اس سے جدا نہ ہوخواہ''چار'' خارج میں پایا جائے یا ذہن میں ،ہر صورت میں اسے جفت ہونا لازم ہے۔

۲-**لازمِ وجودِ خارجی**:وہ لازم ہے جو معروض کو لازم ہو اس کے خارج میں پائے جانے کے وقت۔جیسے: جلانا آگ کیلئے لازمِ وجودِ خارجی ہے۔یعنی اگر آگ خارج میں پائی جائے گی تو ضرور جلائے گی۔ہاں ذہن میں پائے جانے کے وقت اسکے لئے جلانا لازم نہیں ہے۔یعنی اگر ذہن میں آگ کو سوچیں گے تو وہ نہیں جلائے گی۔

۳-**لازمِ وجودِ ذہنی** :وہ لازم ہے جو معروض کو ذہن میں پائے جانے کے وقت لازم ہو۔جیسے: کلّی ہونا انسان کیلئے لازمِ وجودِ ذہنی ہے۔

وضاحت:کلّی ہونا انسان کو ذہن کے اعتبار سے لازم ہے۔کیونکہ کلّی یا جزئی ہونا عقلی باتیں ہیں جن کا خارج میں وجود نہیں۔

دلیل کی طرف محتاج ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے لازم کی تقسیم

اس اعتبار سے لازم کی دو قسمیں ہیں:(۱) **لازم بیّن** (۲) **لازمِ غیر بیّن**

۱-**لازمِ بین** :وہ لازم ہے جس کے لزوم پر دلیل کی ضرورت نہ ہو۔جیسے:"آگ کیلئے جلانا" لازمِ بین ہے کیونکہ اسے ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

۲-**لازمِ غیر بیّن** :وہ لازم ہے جس کے لزوم پر دلیل کی ضرورت ہو۔جیسے: "عالم کیلئے حادث ہونا" لازمِ غیر بین ہے کیونکہ عالم کے حادث ہونے کو دلیل سے ثابت کرنا پڑیگا۔

لازم بین کی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) لازمِ بین بالمعنی الأخص (۲) لازمِ بین بالمعنی الأعم

۱-**لازمِ بین بالمعنی الأخص**:وہ لازم ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور کے لئے لازم ہو کہ جیسے ہی ملزوم کا تصور کریں تو لازم کا تصور بھی اس کے ساتھ آجائے۔

جیسے: بصر (آنکھ) اعمٰی (اندھے) کیلئے لازمِ بین بالمعنی الاَخص ہے۔

وضاحت: ''آنکھ اور اندھے'' کے درمیان ایسا گہرا تعلق ہے کہ جب بھی ہم ''اندھے'' کو ذہن میں لائیں گے تو ''آنکھ'' بھی ذہن میں آئیگی کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اندھا وہی ہوتا ہے جسکے آنکھ ہو البتہ بینائی نہ ہو، جسکے آنکھ نہ ہو اسے اندھا نہیں کہتے۔ جیسے دیوار وغیرہ، اسلئے معلوم ہوا کہ آنکھ اندھے کے لئے لازم بیِّن بالمعنی الاخص ہے۔

۲- **لازِم بین بالمعنی الأعَم** وہ ہے کہ لازم اور ملزوم اور ان کے مابین نسبت کے تصور کرتے ہی لزوم کا یقین حاصل ہو جائے۔ جیسے: جفت ہونا ''چار'' کیلئے لازمِ بیِّن بالمعنی الاَعَم ہے۔

وضاحت: یعنی لازم وملزوم کے درمیان اتنا گہرا تعلق تو نہ ہو کہ جب ملزوم کا تصور کیا جائے تو لازم کا تصور بھی ذہن میں آجائے تاہم اتنا تعلق ضرور ہو کہ جب لازم ملزوم دونوں کا اور ان دونوں کے درمیان جو نسبت ہے اس کا تصور کیا جائے تو ان کے درمیان لزوم کا یقین حاصل ہو جائے۔ جیسے ''چار'' اور ''جفت ہونے'' کے درمیان اتنا گہرا تعلق تو نہیں کہ جب ''چار'' کا تصور کیا جائے تو ''جفت ہونے'' کا تصور بھی ہو جائے، ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب ''چار اور جفت ہونے'' دونوں کا تصور کریں گے تو یہ معلوم ہو جائیگا کہ ''جفت ہونا'' چار کے لئے لازم ہے۔

لازِم غیر بین کی اقسام

۱- **لازِم غیر بینبالمعنی الأخَص**: وہ لازم ہے جس کا تصور، ملزوم کے تصور سے حاصل نہ ہو بلکہ دلیل کی بھی ضرورت پڑے۔ جیسے: کتابت بالقوہ (لکھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہونا) انسان کیلئے لازمِ غیر بین بالمعنی الاَخص ہے۔

وضاحت: ملزوم (انسان) کے تصور سے لازم (کتابت بالقوہ) کا تصور حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہمیں دلیل سے یہ بات ثابت کرنا پڑتی ہے کہ انسان کاتب بالقوہ ہے۔

۲- **لازِم غیر بینبالمعنی الأعَم**: وہ لازم ہے جس کے لزوم کا یقین تصورِ

ملزوم اور تصورِ نسبت سے حاصل نہ ہو بلکہ دلیل کی بھی ضرورت پڑے۔ جیسے: حدوث، عالم کیلئے۔

وضاحت: حدوث، عالم کیلئے ''لازم غیر بین بالمعنی الاعم'' اس لئے ہے کہ جب ان دونوں کا اور ان کے درمیان جو نسبت ہے اس کا تصور کیا جائے تو پھر بھی ان کے درمیان لزوم کا یقین ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس طرح دلیل دینے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ **أَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ وَ كُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ.**

عرضِ مفارق کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) قابلِ زوال (۲) نا قابلِ زوال

۱-**قابلِ زوال**: وہ عرض ہے جو معروض سے جدا ہو جاتا ہے۔ جیسے: غصہ کی سرخی۔

وضاحت: ''چہرہ'' معروض اور ''غصہ کی سرخی'' عرض ہے۔ جو انسان کے معتدل ہوتے ہی یعنی غصہ ٹھنڈا ہوتے ہی چلی جاتی ہے۔

۲-**ناقابلِ زوال**: وہ عرض ہے جو معروض سے جدا نہ ہوتا ہو۔ جیسے: فلک کی حرکت۔

وضاحت: ''فلک'' معروض اور ''حرکت'' عرض ہے جو آسمان سے جدا نہیں ہوتی۔

قابلِ زوال کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) **سَرِيْعُ الزَّوَال** (۲) **بَطِيْئُ الزَّوَال**

۱-**سریعُ الزّوال**: وہ عرض ہے جو اپنے معروض سے جلدی جدا ہو جاتا ہو جیسے: غصہ کی سرخی۔ کہ یہ کچھ دیر بعد جیسے ہی غصہ ختم ہوتا ہے چلی جاتی ہے۔

۲-**بطیئُ الزّوال**: وہ عرض ہے جو اپنے معروض سے جلدی جدا نہ ہو۔ جیسے: جوانی کہ یہ انسان سے جلدی جدا نہیں ہوتی۔

فائدہ: کلّی باعتبار مفہوم کے منطقی کہلاتی ہے یعنی اگر کلّی سے اسکا مفہومِ منطقی مراد

ہواور وہ یہ ہے ''جو عقل کے نزدیک بیک وقت خارج میں کثیر افراد پر صادق آسکے'' تو اسے کلّی منطقی[1] کہیں گے۔اور کلّی باعتبار معروض اور مصداق یعنی محمول علیہ کے طبعی[2] کہلاتی ہے۔ جیسے، اَلاِنسانُ کلّیٌ تو چونکہ کلی یہاں انسان پر محمول ہے اسلئے اسے انسان پر محمول ہونے کے اعتبار سے کلی طبعی کہیں گے۔اور کلّی باعتبار ان دونوں کے مجموعے کے عقلی[3] کہلاتی ہے۔ جیسے: اَلاِنسانُ الکلّیُّ کہ کلی سے مراد یہاں کلی منطقی بھی ہے کیونکہ اسکا مفہوم بھی مراد ہے، اور کلی عقلی بھی کیونکہ وہ انسان کے لئے ثابت ہورہی ہے۔

فائدہ: کلّی منطقی خارج میں نہیں پائی جاتی اسلئے کہ کلّی منطقی مفہومِ منطقی کا نام ہے اور مفہوم ''ماحصل فی الذهن یعنی جو ذہن میں حاصل ہو'' اسے کہتے ہیں۔کلّی عقلی بھی خارج میں نہیں پائی جاتی اسلئے کہ وہ کلّی منطقی اور طبعی کے مجموعے کا نام ہے اور منطقی کلّی جو کہ جز ہے وہ خارج میں نہیں پائی جاتی تو کلّی عقلی جو کہ کل ہے وہ بھی خارج میں نہیں پائی جائیگی۔

کلّی طبعی کے خارج میں پائے جانے اور نہ پائے جانے میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ خارج میں اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے۔

معرِّف کا بیان

منطق کا موضوع ''معلوماتِ تصوریہ'' اور'' معلوماتِ تصدیقیہ'' ہیں معلوماتِ تصدیقیہ کو حجت کہتے ہیں جس کا بیان آگے آئے گا یہاں پر معلوماتِ تصوریہ کو بیان کیا

---

[1] کلی منطقی کی وجہ تسمیہ: کلی منطقی کو کلی منطقی اسلئے کہتے ہیں کہ منطقی حضرات جب بھی کلی کا استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد کلی منطقی یعنی کلی کا مفہوم لیتے ہیں۔

[2] کلی طبعی کی وجہ تسمیہ: طبیعت کے دو معنی آتے ہین (۱) حقیقت (۲) خارج کلی طبعی کو کلی طبعی اسلئے کہتے ہیں کہ وہ خارج میں موجود ہوتی ہے۔

[3] کلی عقلی کی وجہ تسمیہ: کلی عقلی کو کلی عقلی اس وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ اسکا وجود صرف عقل میں ہوتا ہے جیسے الانسان الکلي دیکھئے انسان کا کلی ہونا صرف عقل میں ہوتا ہے۔

جاتا ہے۔معلوماتِ تصوریہ کوقولِ شارح اور معرِّف بھی کہتے ہیں۔ان معلوماتِ تصوریہ سے جومجہولِ تصوری حاصل ہوا سے مُعَرَّف کہتے ہیں جیسے حیوانِ ناطق سے ''انسان'' کا علم حاصل ہوتا ہے۔لہٰذا حیوانِ ناطق مُعَرِّف اور انسان مُعَرَّف ہے۔

معرِّف کی تعریف:

''مُعَرِّفُ الشَّیْءِ مَایُحْمَلُ عَلَیْهِ لِإِفَادَةِ تَصَوُّرِهٖ ''یعنی کسی چیز کامعرِّف وہ مفہوم ہوتا ہے جواس چیز پرمحمول ہوتا کہ اس چیز کے تصور کا فائدہ دے۔مثلاً حیوانِ ناطق ،انسان کیلئے معرِّف ہے۔

وضاحت:اس مثال میں انسان ''مُعَرَّف یاشئے''اور حیوانِ ناطق ''مُعَرِّف'' ہے اس مُعَرِّف یعنی حیوانِ ناطق کوانسان پراسلئے محمول کیا گیا تا کہ انسان کی حقیقت معلوم ہوجائے۔

معرِّف کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱)معرِّف اور معرَّف کے درمیان تساوی کی نسبت ہونی چاہئے۔
(۲)معرِّف،معرَّف سے زیادہ واضح ہونا چاہئے جیسے انسان اور حیوانِ ناطق میں تساوی کی نسبت ہے،اور حیوانِ ناطق،انسان سے زیادہ واضح ہے۔

جن چیزوں کے ذریعہ تعریف صحیح نہیں:

(۱)عام مطلق کے ذریعہ (۲)خاص مطلق کے ذریعہ (۳)عام خاص من وجہٍ کے ذریعہ (۴)امرِ مباین کے ذریعہ (۵)علم وجہالت یعنی جاننے نہ جاننے میں معرَّف کے مانند کے ذریعہ(۶)معرَّف سے بھی زیادہ غیرمعروف کے ذریعہ(۷)ایسی چیز کے ذریعے جسکی معرفت خودمعرَّف پرموقوف ہو(۸)معرَّف کے حکم کے ذریعہ

(۱) عام مطلق کے ذریعے تعریف اسلئے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے کسی چیز کاعلم حاصل

نہیں ہوسکتا مثلاً انسان کی تعریف میں حیوان کہا جائے تو اس سے انسان کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی۔

(۲) خاص مطلق سے اگر چہ کچھ نہ کچھ علم حاصل ہوتا ہے لیکن مکمل علم حاصل نہیں ہوتا نیز خاص مطلق معرَّف سے زیادہ واضح بھی نہیں ہوتا اسلئے اس کے ذریعے بھی تعریف صحیح نہیں ہے مثلاً حیوان کی تعریف میں انسان کہا جائے تو تمام حیوانات کا علم حاصل نہیں ہوسکتا

(۳) جو چیز من وجہٍ (ایک اعتبار سے) عام ہو اور من وجہٍ (ایک اعتبار سے) خاص ہو، اس سے چونکہ کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے اس کے ذریعہ بھی تعریف صحیح نہیں ہے، جیسے حیوان کی تعریف میں ابیض کہا جائے یا ابیض کی تعریف میں حیوان کہا جائے تو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا

(۴) اسی طرح امرِ مباین کے ذریعہ بھی تعریف صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ مباین چیز کو محمول نہیں کیا جاسکتا جیسے انسان کی تعریف پتھر جو کہ مبائن ہے اسکے ذریعہ کی جائے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

(۵) اسی طرح اگر معرِّف اور معرَّف دونوں مجہول ہوں، یا دونوں کو ہم یکساں طور پر جانتے ہوں، تب بھی تعریف صحیح نہیں ہے کیونکہ معرِّف کے لئے أجلیٰ یعنی زیادہ واضح ہونا ضروری ہے

(۶) اسی طرح اگر معرِّف، معرَّف سے بھی زیادہ دقیق اور پوشیدہ ہو تو وہ بھی چونکہ بے فائدہ ہے اسلئے اسکے ذریعہ بھی تعریف صحیح نہیں ہے مثلاً أَسَد (شیر) کی تعریف میں غَضَنْفَر کہنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ "غَضَنْفَر" أَسَد سے بھی زیادہ دقیق اور پوشیدہ ہے۔

(۷) ایسی چیز بھی معرِّف نہیں بن سکتی جسکی معرفت خود معرَّف پر موقوف ہو مثلاً سورج کی تعریف کوکبِ نہار (ایسا ستارہ جو دن میں نکلتا ہے) سے کی جائے اسلئے کہ نہار ایسے وقت کو کہا جاتا ہے جسمیں سورج نکل رہا ہو، تو نہار کی معرفت خود سورج پر

موقوف ہے، تو کوکبِ نہار کے ذریعہ سورج کی معرفت کیسے حاصل ہوسکتی ہے، یعنی سورج کی تعریف کوکبِ نہار کے ذریعہ کرنے میں دور لازم آرہا ہے

(۸) کسی چیز کے حکم کے ذریعہ بھی اسکی تعریف نہیں کی جاسکتی کیونکہ اسکا حکم خود اسی چیز پر موقوف ہوگا، اور جب حکم کو معرِّف بنائیں گے تو وہ چیز اپنی معرفت میں اس (حکم) پر موقوف ہو جائے گی، یعنی حکم کا جاننا اس چیز پر موقوف ہوگا، اور اس چیز کا جاننا حکم پر موقوف ہوگا، اور اسے دور کہتے ہیں جو کہ باطل ہے جیسے کہا جائے اَلْحَدَثُ الْأَکْبَرُ :مَا أَوْجَبَ الْغُسْلَ (حدثِ اکبر: وہ ہے جو غسل کو واجب کردے) تو مَاأَوْجَبَ الْغُسْلَ جو کہ حکم ہے اسکی معرفت حدثِ اکبر پر موقوف ہے اور چونکہ یہ حدثِ اکبر کا معرِّف ہے اسلئے حدثِ اکبر کی معرفت اس پر موقوف ہے تو یہاں حکم کے ذریعہ تعریف کرنے کی صورت میں دور لازم آرہا ہے اسلئے حکم کے ذریعہ تعریف صحیح نہیں۔

نوٹ: حدثِ اکبر (جنابت) کا حکم "مَاأَوْجَبَ الْغُسْلَ یعنی غسل کا واجب ہوجانا" ہے۔

فائدہ: مثال چاہے کوئی مباین چیز ہو یا مُمثَّل سے اخص چیز ہو اسکے ذریعہ تعریف ہوسکتی ہے کیونکہ وہاں اس مباین چیز اور اخص چیز کے ذریعہ تعریف مقصود نہیں ہوتی بلکہ انکے خاصّے کے ذریعہ مقصود ہوتی ہے جیسے اَلْعِلْمُ کَالنُّوْرِ میں نور جو کہ مباین ہے اسکے ذریعہ مثال بیان کرکے تعریف کی گئی ہے، اور اَلْإِسْمُ کَزَیْدٍ میں زید جو کہ اخص ہے اسکے ذریعہ مثال بیان کرکے تعریف کی گئی ہے۔

فائدہ: متأخرین کے نزدیک عرضِ عام کے ذریعہ تعریف بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ وہ معرَّف سے عام ہوتا ہے، اور عام کے ذریعہ تعریف صحیح نہیں ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب عرضِ عام مفرد یعنی ایک ہو لیکن اگر چند عرضِ عام اکٹھے ہو جائیں تو انکا مجموعہ خاصہ کے ہم وزن ہو جاتا ہے پھر انکے ذریعہ تعریف صحیح ہو جاتی ہے مثلاً انسان کی تعریف میں مُسْتَقِیْمُ الْقَدِّ، بَادِی الْبَشَرَةِ ،عَرِیْضُ الْأَظْفَارِ ،قَصِیْرُ الرَّقَبَةِ

(سیدھے قد والا ، بالوں سے خالی کھال والا ، چوڑے ناخن والا ، چھوٹی گردن والا) کہا جائے ،اس تعریف میں چندعرضِ عام اکٹھے ہیں،ان میں سے ہرایک اگرچہ عرضِ عام ہے ،مگر چاروں ملکر خاصہ کا کام دے رہے ہیں اس لئے یہ تعریف صحیح ہے،اوراس کورسمِ ناقص کہیں گےاور اگراس تعریف کے شروع میں حیوان بڑھادیں تووہ رسمِ تام ہوجائے گی۔

معرف کی اقسام

معرف کی چاراقسام ہیں:

(۱)حدِّ تام (۲)حدِّ ناقص (۳)رسمِ تام (۴)رسمِ ناقص

۱-حدتام[۱]: ''فَالتَّعْرِيْفُ اِنْ كَانَ بِالْجِنْسِ الْقَرِيْبِ وَالْفَصْلِ الْقَرِيْبِ يُسَمّٰى حَداًّ تَاماًّ'' اگرتعریف جنسِ قریب اورفصلِ قریب سے ہوتو اسے حدِ تام کہتے ہیں۔جیسے حیوانِ ناطق،انسان کیلئے حدِ تام ہے کیونکہ حیوان انسان کیلئے جنسِ قریب اور ناطق انسان کیلئے فصلِ قریب ہے۔

۲-حدِّ ناقص: ''اِنْ كَانَ بِالْجِنْسِ الْبَعِيْدِ وَالْفَصْلِ الْقَرِيْبِ أَوْبِهٖ وَحْدَهٗ يُسَمّٰى حَداًّ نَاقِصًا'' اگرتعریف جنسِ بعیداورفصلِ قریب سے ہویاصرف فصلِ قریب سے ہوتو اسے حدِّ ناقص کہتے ہیں۔جیسے:جسمِ ناطق یاصرف ناطق کے ذریعےانسان کی تعریف کرنا حدِّ ناقص ہے کیونکہ جسم انسان کیلئے جنسِ بعیداور ناطق انسان کیلئے فصلِ قریب ہے۔

۳-رسمِ[۲] **تام**: ''اِنْ كَانَ بِالْجِنْسِ الْقَرِيْبِ وَالْخَاصَّةِ يُسَمّٰى رَسْماً تَاماًّ''

---

[۱] حد کی وجہ تسمیہ: حد کے لغوی معنی ہیں روکنے کے چونکہ معرف بھی معرف میں غیرکوداخل ہونے سے روک دیتا ہے اسلئے اسے حد کہتے ہیں۔

[۲] رسم کی وجہ تسمیہ: رسم کے لغوی معنی اثر کے آتے ہیں اور چونکہ اس صورت میں تعریف معرف کے خاص سے یعنی اثر سے ہوتی ہے اس وجہ سے اس صورت میں معرف کا نام رسم رکھا جاتا ہے۔

فائدہ: شیء کا خاصہ شیء کے آثار میں سے ایک اثر ہوتا ہے۔

اگرتعریف جنسِ قریب اور خاصہ سے ہوتو اسے رسمِ تام کہتے ہیں۔(۲) جیسے حیوانِ ضَاحِک کے ذریعے انسان کی تعریف کرنا انسان کیلئے رسمِ تام ہے کیونکہ حیوان انسان کیلئے جنسِ قریب اور ضَاحِک انسان کا خاصہ ہے۔

۴-**رسمِ ناقص**: ''اِنْ کَانَ بِالْجِنْسِ الْبَعِیْدِ وَالْخَاصَّةِ أَوْ بِالْخَاصَّةِ وَحْدَهَا یُسَمّٰی رَسْماً نَاقِصاً''

اگرتعریف جنسِ بعید اور خاصہ سے ہو یا صرف خاصہ سے ہوتو اسے رسمِ ناقص کہتے ہیں جیسے جسمِ ضَاحِک یا صرف ضَاحِک کے ذریعہ انسان کی تعریف کرنا رسمِ ناقص ہے کیونکہ جسم انسان کیلئے جنسِ بعید اور ضَاحِک انسان کا خاصہ ہے۔

فائدہ: تعریف کی دو قسمیں ہیں تعریف حقیقی اور تعریفِ لفظی، جس تعریف کا بیان ہوا وہ حقیقی ہے اور غیر مشہور لفظ کی مشہور لفظ سے تعریف کرنے کو ''تعریف لفظی'' کہتے ہیں جیسے غَضَنْفَر کی تعریف أَسَد سے کرنا۔

معرِّف حقیقی (تعریف حقیقی) کی دوسری تعریف: جو کسی شئی کی ماہیت کی معرفت کا فائدہ دے خواہ وہ ماہیت موجود ہو یا نہ ہو جیسے انسان کی تعریف حیوانِ ناطق سے کریں تو اس سے انسان کی ماہیت معلوم ہوجاتی ہے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں: **تعریف بحسب الحقیقه، تعریف بحسب الاسم.**

تعریف بحسب الحقیقه: وہ تعریف ہے جو موجود ماہیت کی معرفت کا فائدہ دے جیسے حیوانِ ناطق انسان کی معرفت کا فائدہ دے رہا ہے جو ایک موجود ماہیت ہے۔

تعریف بحسب الاسم: وہ تعریف ہے جو ماہیتِ اصطلاحیہ اعتباریہ (فرضی ماہیت) کی معرفت کا فائدہ دے جیسے: لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًی مُفْرَدٌ ''کلمہ'' کی معرفت کا فائدہ دے رہا ہے جو ایک فرضی ماہیت ہے۔

''مَاھُوَ'' اور ''اَیُّ'' کا بیان

''مَاھُوَ'' اور ''أَیُّ'' کی اصطلاح علمِ منطق میں کسی شے کے بارے میں سوال کرنے کیلئے استعمال کی جاتی ہے اور ان دونوں کے استعمال میں فرق ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ماھو کا استعمال : ماہو کے ذریعے کسی شے کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔

ماھو کا جواب: ماہو کے جواب میں تین چیزیں واقع ہوسکتی ہیں: (۱) حدِ تام (۲) نوع (۳) جنس

۱-**حدِ تام**: جب سائل ایک ہی کلّی کے بارے میں سوال کرے جیسے: أَلاِنسَانُ مَاھُوَ؟ تو اس کے جواب میں حیوانِ ناطق کہا جائے گا۔ جو کہ انسان کیلئے حدِ تام (یعنی انسان کی مکمل تعریف) ہے۔

وضاحت : کیونکہ اس سوال سے سائل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ سوال میں ذکر کردہ کلّی کی حقیقت کو وضاحت کے ساتھ جانے اور اس کا یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہوسکتا ہے جب ہم اسے حدِ تام کے ساتھ جواب دیں، کیونکہ حدِ تام ہی شے کی مکمل حقیقت کو واضح کرتی ہے۔

۲-**نوع**: یہ دو مقامات پر جواب میں واقع ہوتی ہے۔

۱- جب سائل ایک امرِ شخصی (جزئی) کے بارے میں سوال کرے تو جب جواب میں نوع واقع ہوگی۔ جیسے: زَیْدٌ مَاھُوَ؟ کے جواب میں ھُوَ اِنسَانٌ آئیگا.

وضاحت : کیونکہ یہاں سائل کا مقصد جزئی کی ماہیتِ مختصہ کو جاننا ہے اور یہ مقصد نوع کے ذریعے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ نوع ہی جزئی کی ماہیتِ مختصّہ ہوتی ہے، لہذا جواب میں نوع واقع ہوگی۔

۲-جب سائل ایک ہی حقیقت کے چندافراد کے بارے میں سوال کرے۔جیسے زَیْدٌ وَبَکْرٌ وَعَمْرٌو مَاھُمْ؟کے جواب میں ھُمْ اِنْسَانٌ.

وضاحت: کیونکہ ایسے سوال میں سائل کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سوال میں مذکورا فراد کی اس ماہیت کو جانے جو تمام افراد میں متفق اور متحد ہو اور سائل کے اس مقصد کو صرف نوع کے ذریعے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ نوع ہی اپنے تمام افراد میں پائی جاتی ہے۔

۳-**جنس**:اگر سائل چند الگ۔الگ حقیقتوں کے متعلق سوال کرے تو جواب میں جنس آئیگی۔جیسے: اَلْاِنْسَانُ وَالبَقَرُ وَالْفَرَسُ مَاھِیَ؟کے جواب میں حیوان آئیگا۔

وضاحت: کیونکہ اس وقت سائل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مجھے کوئی ایسی حقیقت بتاؤ جو تمام مشترک ہو یعنی ان سب حقیقتوں کو شامل ہو اور تمام مشترک صرف جنس ہوتی ہے۔

فائدہ:تمام مشترک اس مشترک جز کو کہتے ہیں جو چند حقیقتوں کے درمیان کے سب مشترک اجزاء کو گھیرے ہوئے ہو۔جیسے حیوان یہ انسان،فرس،غنم اور حمار وغیرہ کے تمام مشترک اجزاء(جوہر،جسمِ نامی،حساس،متحرک بالارادہ)کو گھیرے ہوئے ہے۔

أَیٌّ کا استعمال: کسی شئے کو اس کے غیر سے ممتاز کرنے کیلئے اَیُّ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

أیٌّ کا جواب:أَيٌّ کے جواب میں دو چیزیں واقع ہوسکتی ہیں:

(۱)فصل (۲)خاصہ

۱-**فصل**:جب سائل سوال میں أَیُّ شیء کے ساتھ فی ذاتہٖ کا اضافہ کرے تو جواب میں فصل واقع ہوگی جیسے ألانسان أَیُّ شیء ھُوَ فِی ذَاتِہٖ؟ تو اس کے جواب میں ''ناطق''بولیں گے۔

وضاحت: کیونکہ ایسے سوال سے سائل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسے کوئی ایسا حقیقت کا جز بتایا جائے جو تمام مشترک نہ ہو۔اور شے کو اس کے تمام غیروں سے جدا کردے۔اور ایسا جزء صرف فصل ہی ہوسکتا ہے۔جیسے مثالِ مذکور میں ''ناطق''انسان کو

دوسرے تمام جانداروں یعنی گائے، بیل، بھینس وغیرہ سے جدا کر رہا ہے۔

۲- **خاصہ**: جب سائل سوال میں ایُّ شیءٍ کے ساتھ فی عرضہٖ کا اضافہ کرے تو جواب میں خاصہ واقع ہوگی۔ جیسے أَلاِنسَانُ أَیُّ شَیءٍ فِیُ عَرُضِہٖ؟ کے جواب میں ضَاحِک یا کاتب.

وضاحت: ایسے سوال میں سائل کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مجھے کوئی ایسی شی بتاؤ جو انسان کی حقیقت سے تو خارج ہو لیکن اس کو تمام غیروں سے ممتاز کر دے۔ ایسی شی صرف خاصہ ہی ہوسکتی ہے۔ جیسے مثالِ مذکور میں کاتب نے انسان کو تمام غیروں یعنی گائے، بیل، بھینس وغیرہ سے جدا کر دیا ہے کیونکہ یہ غیر ''کاتب'' نہیں ہیں۔

قضیہ اور اس کی اقسام

قضیہ: قضیہ کی تعریف دو طرح سے کی جاتی ہے۔

۱- ''هُوَ قَوُلٌ يَحُتَمِلُ الصِّدُقَ وَالْكِذُبَ بِإِعُتِبَارِ الْمَفُهُومِ'' یعنی قضیہ ایسا قول ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہو۔ جیسے اَللّٰہُ رَبُّنَا (اللہ ہمارے پروردگار ہیں)۔

۲- '' هُوَ قَوُلٌ يُقَالُ لِقَائِلِهٖ اِنَّهٗ صَادِقٌ فِيهِ أَوُ كَاذِبٌ'' قضیہ ایک ایسا قول ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے۔ جیسے: زَیُدٌ جَالِسٌ (زید بیٹھا ہے)۔

فائدہ: صدق کے معنی ہے: ''مُطَابَقَةُ النِّسُبَةِ لِلُوَاقِعِ'' یعنی کلام کی نسبت کا واقع اور حقیقت کے مطابق ہونا جیسے: زَیُدٌ نَائِمٌ (زید سو رہا ہے) اِس قضیہ میں '' زید'' کی طرف ''نوم'' یعنی سونے کی نسبت کی گئی ہے اور یہ نسبتِ ایجابی ہے لہٰذا اگر واقع میں بھی زید سو رہا ہے تو یہ نسبتِ کلامی واقع اور حقیقت کے مطابق ہے اور اسی مطابقت کا نام صدق ہے۔ کذب کا معنی ہے عَدَمُ مُطَابَقَةِ النِّسُبَةِ لِلُوَاقِعِ کلام کی نسبت کا واقع اور حقیقت کے مطابق نہ ہونا جیسے: مثالِ مذکور میں کہ اگر حقیقت میں زید سو نہیں رہا ہے تو زیدٌ نائمٌ

کلامِ کاذب ہے کیونکہ اس صورت میں کلام کی نسبت واقع کے مطابق نہیں ہے۔

نوٹ: اہلِ منطق کی اصطلاح میں ''قول'' مرکب کلام کو کہتے ہیں اس لئے تعریف میں جو ''قول'' کا لفظ آیا ہے اس سے مراد کلام ہے۔

قضیہ کی اقسام: قضیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) قضیہ حملیہ (۲) قضیہ شرطیہ

۱-**قضیہ حملیہ**: قضیہ حملیہ کی دو طرح سے تعریف کی جاتی ہے:

۱-''هِیَ مَاحُکِمَ فِیْهَا بِثُبُوْتِ شَیءٍ أَوْ نَفْیِهٖ عَنْهُ ''قضیہ حملیہ وہ قضیہ ہے جس میں ایک شے کا ثبوت دوسری شے کیلئے یا ایک شے کی نفی دوسری شے سے کی جاتی ہے۔ جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہے) اور زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ (زید کھڑا نہیں ہے)۔

وضاحت: پہلی مثال میں ''قیام'' کو ''زید'' کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور دوسری مثال میں ''قیام'' کی ''زید'' سے نفی کی گئی ہے۔

۲-'' هِیَ مَا یَنْحَلُ اِلٰی مُفْرَدَیْنِ أَوْ اِلٰی مُفْرَدٍ وَقَضِیَّةٍ ''یعنی وہ قضیہ جو دو مفردوں یا ایک مفرد اور ایک قضیہ کی طرف کھلے (تقسیم ہو) جیسے: اَلْحِمَارُ حَیَوَانٌ (گدھا جاندار ہے)، زَیْدٌ أَبُوْهُ قَائِمٌ (زید کہ اسکے ابا کھڑے ہیں)

قضیہ شرطیہ: قضیہ شرطیہ کی بھی دو طرح سے تعریف کی جاتی ہے۔

۱-''هِیَ لَمْ یَکُنِ الْحُکْمُ فِیْهَا بِثُبُوْتِ شَیءٍ لِشَیءٍ أَوْ نَفْیِهٖ عَنْهُ'' وہ قضیہ جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کرنے یا ایک چیز سے دوسری چیز کی نفی کرنے کا حکم نہ پایا جائے۔

۲-''هُوَ مَا یَنْحَلُّ اِلٰی قَضِیَّتَیْنِ ''وہ قضیہ جو دو قضیوں کی طرف کھلے (تقسیم) ہو۔ جیسے: اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارِ مُوْجُوْدٌ اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا۔ اور لَیْسَ الْبَتَّةَ إِنْ کَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَاللَّیْلُ مَوْجُوْدٌ ایسا نہیں ہے کہ اگر سورج نکل رہا ہو تو رات موجود ہو۔

فائدہ: اِنْحِلَال کا مطلب یہ ہے کہ قضیہ سے رابطہ کو حذف کر دیا جائے، پھر اگر قضیہ

کے دونوں طرف مفرد ہیں یا ایک طرف مفرد ہے اور ایک طرف قضیہ ہے تو اسے حملیہ کہیں گے اور اگر دونوں طرف قضیے ہیں تو اسے شرطیہ کہیں گے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ دو مفردوں یعنی زَيْد اور قَائِم کی طرف اور زَيْدٌ أَبُوْهُ قَائِمٌ ایک مفرد یعنی زَيْد اور ایک قضیہ یعنی أَبُوْهُ قَائِمٌ کی طرف کھل رہا ہے اسلئے یہ دونوں قضیہ حملیہ کہلائیں گے، اور إِنْ كَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ، إِنْ اور فاء کو حذف کرنے کے بعد دو قضیوں كَانَتْ الشَّمْسُ طَالِعَةً اور النَّهَارُ مَوْجُوْدٌ کی طرف کھل رہا ہے اسلئے اسے قضیہ شرطیہ کہیں گے

قضیہ حملیہ اور شرطیہ کے اجزاء

قضیہ حملیہ کے اجزاء:

قضیہ حملیہ کے تین اجزاء ہیں: (۱) موضوع[1] (۲) محمول[2] (۳) رابطہ

موضوع: محکوم علیہ (جس پر حکم لگایا جائے) اس کو موضوع کہتے ہیں۔

محمول: محکوم بہ (جسکا محکوم علیہ پر حکم لگایا جائے) اس کو محمول کہتے ہیں۔

رابطہ: وہ لفظ جو نسبت پر دلالت کرے اس کو رابطہ کہتے ہیں۔

وضاحت: زَيْدٌ هُوَ قَائِمٌ اس مثال میں زید موضوع (محکوم علیہ) ہے کیونکہ اس پر قیام کا حکم لگایا گیا ہے اور قائم محمول (محکوم بہ) ہے کیونکہ اسکا موضوع پر حکم لگایا گیا ہے اور هُوَ رابطہ ہے کیونکہ وہ محمول کو موضوع سے جوڑ رہا ہے یعنی موضوع و محمول کے درمیان جو نسبت ہے اس پر دلالت کر رہا ہے۔

---

[1] موضوع اسم مفعول کا صیغہ ہے یہ وضع سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں متعین کرنا، رکھنا، چونکہ موضوع کو اس لیے متعین کیا گیا ہے تا کہ اس پر حکم لگایا جائے اس لیے اس کو موضوع کہتے ہیں۔

[2] محمول یہ اسم مفعول ہے اور حمل سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں لادنا - سوار کرنا، اور محمول کے معنی ہیں لادا ہوا، اور محکوم بہ کو محمول اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو موضع پر لادا جاتا ہے یعنی اس کو اپنے موضوع کے لیے محمول قرار دیا جاتا ہے۔

نوٹ: حکم لگانے سے پہلے محکوم علیہ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ہاں لیکن یہ ضروری نہیں کہ محکوم علیہ کی پوری ذات اور حقیقت ہی معلوم ہو بلکہ اسکا کسی ایک اعتبار سے معلوم ہونا کافی ہے۔ کیونکہ ہم بہت سی ایسی چیزوں کو محکوم علیہ بناتے ہیں جنکی ہم پوری حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ جیسے اَللّٰہُ قَادِرٌ میں ہم نے اللہ کو محکوم علیہ بنایا ہے حالانکہ ہمیں اللہ کی ذات کی پوری معرفت حاصل نہیں ہے۔ محض اسکو اسکی صفات سے جانتے ہیں۔

رابطہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) رابِطۂ زمانیہ (۲) رابِطۂ غیر زمانیہ

رابطۂ زمانیہ: وہ رابطہ ہے جو زمانے سے مقترن ہو یعنی فعل کی صورت میں ہو جیسے کَانَ وغیرہ۔

رابطۂ غیر زمانیہ: وہ رابطہ ہے جو زمانے سے مقترن نہ ہو یعنی اسم کی صورت میں ہو جیسے: ھُوَ وغیرہ۔

فائدہ: قضیہ حملیہ میں رابطہ مذکور ہونے کی صورت میں اسے قضیہ ثُلاثیَّہ اور محذوف ہونے کی صورت میں قضیہ ثُنَائِیَّہ کہتے ہیں۔ پہلے کی مثال زَیْدٌ ھُوَ قَائِمٌ اور دوسرے کی مثال زَیْدٌ قَائِمٌ، اور عربی زبان میں رابطۂ غیر زمانیہ بکثرت حذف کیا جاتا ہے

قضیہ شرطیہ کے اجزاء:

اس کے تین اجزاء ہیں: (۱) مقدَّم (۲) تالی (۳) رابِطہ

مقدَّم[1]: قضیہ شرطیہ کے پہلے جز کو مقدم کہتے ہیں۔

تالی[2]: قضیہ شرطیہ کے دوسرے جز کو تالی کہتے ہیں۔

---

[1] مقدم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں آگے کیا ہوا، چونکہ یہ بھی ذکر میں تالی سے پہلے ہوتا ہے اس لیے اس کو مقدم کہتے ہیں۔

[2] تلا (ن) تِلواً سے تالی اسم فاعل ہے اس کے معنی ہیں پیچھے آنے والا، تو چونکہ یہ بھی جزءاول یعنی مقدم سے پیچھے ہوتا ہے اس لیے اس کو تالی کہتے ہیں

رابطہ[1]: مقدم اور تالی کے درمیان جو حکم ہوتا ہے اس کو "رابطہ" کہتے ہیں۔ جیسے: اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّھَارُ مَوْجُوْدٌ اس مثال میں کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ مقدم اور اَلنَّھَارُ مَوْجُوْدٌ تالی ہے اور ان دونوں کے درمیان جو تلازم کا حکم ہے (طلوعِ شمس کے لئے وجودِ نہار لازم ہے یعنی جب بھی سورج طلوع ہوگا تو دن ضرور موجود ہوگا۔ اور وجودِ نہار کے لئے طلوعِ شمس لازم ہے یعنی جب بھی دن نکلا ہوا ہوگا تو سورج ضرور طلوع ہوگا) تو طلوعِ شمس اور وجودِ نہار کے درمیان آپسی لزوم کا جو حکم ہے وہی رابطہ ہے۔

قضیہ حملیہ کی تقسیمات

قضیہ حملیہ کی مختلف اعتبارات کی بناء پر چھ طرح سے تقسیم کی جاتی ہے۔

۱- رابطہ کے مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

۲- ایجاب وسلب کے اعتبار سے۔

۳- حرفِ سلب کے موضوع ومحمول کا جز بننے یا نہ بننے کے اعتبار سے۔

۴- موضوع کے کلّی یا جزئی ہونے کے اعتبار سے۔

۵- وجودِ موضوع کے اعتبار سے۔

۶- جہت کے مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔

رابطہ کے مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم:

اس اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ثُنائیہ (۲) ثُلاثیہ

---

[1] رَبَطَ یَرْبِطُ ربطاً (ن) جوڑ پیدا کرنا اور رابطہ (اسم فاعل مؤنث) جوڑ پیدا کرنے والی، رابطہ اصل میں نسبتِ حکمیہ ہے جو موضوع اور محمول کے درمیان ہوتی ہے اس لیے کہ وہی موضوع اور محمول کے درمیان جوڑ پیدا کرتی ہے لیکن نسبت پر جو لفظ دلالت کرتا ہے مجازاً اس کو بھی رابطہ کہہ دیا جاتا ہے جو نام مدلول (نسبت کا تھا یعنی رابطہ وہی نام دال کا رکھ دیا اسی کو تسمیۃ الدال باسمِ المدلول سے تعبیر کرتے ہیں جیسے: زیدٌ ھو القائم میں جو نسبت ہے حقیقت میں یہی نسبت ہی رابطہ ہے جو کہ مدلول ہے اور اس نسبت پر جو لفظ دلالت کرتا ہے وہ ھو ہے تو جو نام نسبت کا تھا یعنی رابطہ وہی نام اس نسبت پر دلالت کرنے والے لفظ ھو کا رکھ دیا۔

۱- **ثنائیہ**[۱]: وہ قضیہ حملیہ جس میں رابطہ محذوف ہو جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ.

۲- **ثلاثیہ**: وہ قضیہ حملیہ جس میں رابطہ مذکور ہو جیسے: زَیْدٌ ھُوَ قَائِمٌ.

ایجاب وسلب کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم:

اس اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) موجبہ (۲) سالبہ

۱- **موجبہ**: وہ قضیہ حملیہ ہے جسمیں ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے ثبوت ہو۔ جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہے)

۲- **سالبہ**: وہ قضیہ حملیہ ہے جسمیں ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کی گئی ہو۔ جیسے: زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ (زید کھڑا نہیں ہے)

حمل کا بیان

تعریف: دو ایسی چیزیں جو مفہوم کے اعتبار سے متغائر ہوں ان کو وجود کے اعتبار سے ایک کر دینے کا نام حمل ہے۔

وضاحت: جیسے: زَیْدٌ کَاتِبٌ میں زید کا مفہوم اور ہے اور کاتب کا مفہوم اور، مگر ان کو وجود کے اعتبار سے ایک کر دیا گیا ہے یعنی جو زید ہے وہی کاتب ہے اور جو کاتب ہے وہی زید ہے اسی کا نام حمل ہے۔

حمل کی اقسام:

حمل کی دو قسمیں ہیں: (۱) حمل بالاِشْتِقَاق (۲) حَمل بِالْمُواطَاۃ

۱- **حمل بالاشتقاق**: وہ حمل جو "فی"، "ذو" یا "لام" کے واسطے سے ہو جیسے: زَیْدٌ فِی الدَّار، اَلْمَالُ لِزَیْدٍ، خَالِدٌ ذُوْمَالٍ اسے حمل بالاشتقاق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں ان حروف کے ذریعے حمل ہوتا ہے وہاں کوئی مشتق محذوف ہوتا ہے۔

---

[۱] قضیہ ثلاثیہ کو "ثلاثیہ" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے، اور قضیہ ثنائیہ کو "ثنائیہ" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

۲-**حمل بالمواطاة:** وہ حمل جو بلا واسطہ ہو جیسے: زَيْدٌ كَاتِبٌ.

وضاحت: کہ اس مثال میں ''کاتب'' کو ''زید'' پر بغیر کسی حرف کے واسطے کے محمول کیا گیا ہے۔

حرفِ سلب کے موضوع و محمول کا جز بننے یا نہ بننے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم

اصل کے اعتبار سے حرفِ سلب نسبتِ ایجابی کی نفی کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی حرفِ سلب اپنے اصلی معنی سے عدول کر کے موضوع یا محمول یا دونوں کا جز بن جاتا ہے اور پورے قضیہ کی نفی نہیں کرتا، حرفِ سلب کے قضیہ کا جز بننے یا نہ بننے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قضیہ حملیہ معدولہ (۲) قضیہ حملیہ غیر معدولہ

۱- **قضیه حملیه معدوله**[۱]: وہ قضیہ حملیہ جس میں حرفِ سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جز بن رہا ہو۔ اگر حرفِ سلب موضوع کا جز بن رہا ہو تو اسے ''قضية معدولةُ الموضوع'' کہیں گے۔ جیسے الَّا حيٌّ جَمَادٌ (لاحی یعنی غیر جاندار، جماد ہے) اگر حرفِ سلب محمول کا جز بن رہا ہو تو اسے ''قضية معدولةُ المحمول'' کہیں گے جیسے زَيْدٌ لاَ عَالِمٌ (زید لا عالم یعنی بے علم ہے) اور اگر حرفِ سلب موضوع و محمول دونوں کا جز بن رہا ہو تو اس قضیہ کو ''معدولةُ الطرفين'' کہیں گے۔ جیسے اللَّا حَيٌّ لاعَالِمٌ (غیر جاندار بے علم ہے)، مذکورہ

---

[۱] معدولہ کو معدولہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ معدولۃ مشتق ہے عدل سے اور عدل کے لغوی معنی ''اعراض کرنا'' ہٹ جانا، اور معدولہ کے معنی ہٹا ہوا، چونکہ حرفِ سلب نسبت کی نفی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ لیکن جب حرف سلب کا اس معنی میں استعمال نہ ہو بلکہ وہ موضوع، محمول یا دونوں کا جزء بن جائے تو اپنے اصلی معنی سے اس کو پھیر دیا گیا لہٰذا اصل معدول تو حرف سلب ہے نہ کہ قضیہ لیکن جس قضیہ میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء بن رہا ہو اسی پوری قضیہ کو معدولہ کہہ دیا جاتا ہے جو جزء یعنی حرف سلب کا نام تھا یعنی معدولہ وہ پورے قضیہ کا رکھ دیا گیا اسی کو عربی میں تسمية الكل باسم الجزء سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

بالا امثلہ قضایا موجبہ کی تھیں اب سالبہ کی مندرجہ ذیل ہیں:

اَللَّا حیٌّ لَیْسَ بِعَالِمٍ (غیر جاندار چیز علم والی نہیں ہوتی)، **اَلْعَالِمُ لَیْسَ بِلَا حَیٍّ** (علم والا غیر جاندار نہیں ہوتا)، **اَللَّاحَیُّ لَیْسَ بِلَا جَمَادٍ.** (غیر جاندار چیز جماد ہوتی ہے)۔

فائدہ: جب ایک جگہ دو حرفِ نفی آ جائیں تو نفی، نفی سے مل کر ختم ہو جاتی ہے اور مثبت کا ترجمہ ہوتا ہے جیسے مثالِ مذکور میں "لَیْسَ" اور لَا جَمَاد کا "لَا" کہ دونوں ایک جگہ ہیں اسلئے "لَیْسَ" کی نفی کو "لَا" کی نفی سے ختم کر کے مثبت کا ترجمہ کیا ہے۔

۲- **قضیہ حملیہ غیر معدولہ**: وہ قضیہ حملیہ جس میں حرف سلب طرفین (موضوع، محمول) میں سے کسی کا بھی جز نہ بنے۔ جیسے: **زَیْدٌ قَائِمٌ**، **زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ**۔ اگر قضیہ موجبہ میں حرفِ سلب طرفین میں سے کسی کا جز نہ بنے تو اس قضیہ کو "**مُحصَّلہ**"[1] کہتے ہیں جیسے **زَیْدٌ قَائِمٌ** کہ یہ قضیہ موجبہ ہے اور اسمیں حرفِ سلب موضوع و محمول میں سے کسی کا جز نہیں ہے۔ اور اگر قضیہ سالبہ میں حرفِ سلب طرفین میں سے کسی کا جز نہ بنے تو اس کو "**بَسِیْطَہ**" کہتے ہیں۔ جیسے: **زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ**. کہ یہ قضیہ سالبہ ہے اور اسمیں حرفِ سلب موضوع و محمول میں سے کسی کا جز نہیں ہے یعنی موضوع و محمول میں کسی کی نفی نہیں کر رہا ہے بلکہ نسبت کی نفی کر رہا ہے۔

موجبہ معدولۃ المحمول اور بسیطہ میں فرق:

موجبہ معدولۃُ المحمول اور بسیطہ میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے جہاں یہ نسبت ہوتی ہے وہاں دو مادے ہوتے ہیں ایک مادۂ اجتماعی اور دوسرا مادۂ افتراقی۔

مادۂ اجتماعی کا مطلب یہ ہے کہ جن میں یہ نسبت ہو وہ ایک جگہ جمع ہو جائیں مادۂ افتراقی کا مطلب یہ ہے کہ جن میں یہ نسبت ہو وہ ایک جگہ جمع نہ ہوں۔

---

[1] محصّلہ کو محصلہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب حرف سلب موضوع اور محمول میں سے کسی کا جزء نہ ہوگا تو اس کی دونوں طرفین وجودی اور حاصل شدہ ہونگی اس لیے اس کا نام محصّلہ رکھا جاتا ہے۔

توموجبہ معدولۃُ المحمول اور بسیطہ ایک موقع پرجمع ہوجاتے ہیں اورایک موقع پردونوں جمع نہیں ہوتے۔

دونوں کےایک جگہ جمع ہونے کی مثال: اَلإنسانُ لاجَمَادٌ میں موجبہ معدولۃُ المحمول پایا جارہا ہے کیونکہ یہ قضیہ موجبہ ہےاورحرفِ سلب محمول کا جز ہے اسلئے ''معدولۃُ المحمول '' بھی ہے۔

لیکن چونکہ یہ مفہوم بعینہٖ اَلإنْسَان لَیْسَ بِجَمَادٍ کے ذریعہ بھی ادا ہوجاتا ہےاور یہ بسیطہ ہےاسلئے ''اَلإنْسَان لاجَمَادٌ''بسیطہ بھی ہے۔

دونوں ایک جگہ جمع نہ ہونے کی مثال شَرِیْکُ الْبَارِی لَیْسَ بِبَصِیْر (شریکِ باری دیکھنے والانہیں ہے) یہ بسیطہ ہے(کیونکہ یہ سالبہ بھی ہےاورحرفِ سلب اس میں موضوع ومحمول میں سے کسی کا جز بھی نہیں ہے)اور صادق بھی ہے اس لئے کہ اس سے باری تعالی کے شریک کا موجود ہونالازم نہیں آتا کیونکہ اس میں موضوع یعنی شریکِ باری تعالی سے محمول یعنی بصیر ہونے کی نفی کی گئی ہے اور موضوع سے محمول کی نفی کرنے کیلئے موضوع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے تو اس سے شریکِ باری تعالی کا موجوذ د ہونا لازم نہیں آتا اسلئے یہ صادق ہے۔

لیکن یہاں موجبہ معدولۃُ المحمول نہیں پایا جائیگا یعنی شَرِیْکُ الْبَارِی غَیْرُ بَصِیْر نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس صورت میں عدمِ بصارت کو شریکِ باری تعالیٰ کیلئے ثابت کیا جائیگا اور موضوع کے لئے محمول کو اسی وقت ثابت کیا جاسکتا ہے جب موضوع موجود ہوتو اس صورت میں شریکِ باری تعالی کا موجود ہونا لازم آئیگا جو بداھۃً باطل ہے۔

تواس مفہوم کو بسیطہ کے ذریعہ تو ادا کیا جاسکتا ہے لیکن موجبہ معدولۃُ المحمول کے ذریعے نہیں کیا جاسکتا پس قضیہ بسیطہ دونوں جگہ پایا گیا اسلئے وہ عام ہوگا اور موجبہ معدولۃُ المحمول ایک جگہ پایا گیا اسلئے وہ خاص ہوگا اوران دونوں کے درمیان جونسبت ہوگی وہ عموم خصوص مطلق ہوگی۔

موضوع کے کلّی یا جزئی ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم

اس اعتبار سے قضیہ حملیہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) قضیہ شخصیہ (۲) قضیہ طبعیہ (۳) قضیہ محصورہ (۴) قضیہ مہملہ

۱- **قضیہ شخصیہ**: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع جزئی حقیقی یعنی شخصِ معین ہو جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ کہ اسکا موضوع ''زَیْد'' ایک متعین شخص ہے۔ اس کو قضیہ مخصوصہ بھی کہتے ہیں۔

۲- **قضیہ طبعیہ**: وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع کلّی ہو اور محمول کا حکم موضوع کی نفسِ حقیقت پر لگایا گیا ہو، افراد پر نہ لگایا گیا ہو جیسے: اَلإنسانُ نوعٌ (انسان نوع ہے)

وضاحت: اس مثال میں نوع ہونے کا حکم انسان کے افراد زید، بکر وغیرہ پر نہیں بلکہ انسان کی نفسِ حقیقت پر ہے۔

۳- **قضیہ مہملہ**: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلّی ہو اور محمول کا حکم موضوع کے افراد پر لگایا گیا ہو لیکن یہ نہ بیان کیا گیا ہو کہ حکم ہر ہر فرد پر ہے یا بعض افراد پر۔ جیسے: اَلْمُسْلِمُوْنَ صَادِقُوْنَ (مسلمان سچ بولتے ہیں)

وضاحت: اس مثال میں سچ بولنے کا حکم موضوع (اَلْمُسْلِمُوْنَ) کے افراد پر لگا ہے۔ لیکن یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ تمام مسلمان سچ بولتے ہیں یا بعض یعنی یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ سچ بولنے کا حکم تمام افراد پر ہے یا بعض پر

۴- **قضیہ محصورہ**: وہ قضیہ حملیہ ہے جسکا موضوع کلّی ہو اور محمول کا حکم موضوع کے افراد پر لگایا گیا ہو اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہو کہ حکم موضوع کے ہر ہر فرد

پر ہے یا بعض افراد پر۔ جیسے کُلُّ اِنسَانٍ حَیَوَانٌ، بَعْضُ الْحَیَوَانِ اِنسَانٌ۔ کہ پہلی مثال میں حکم تمام افراد پر ہے اور دوسری میں بعض پر۔

قضیہ محصورہ کی اقسام:

قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) موجبہ کلّیہ (۲) موجبہ جزئیہ (۳) سالبہ کلّیہ (۴) سالبہ جزئیہ

۱- **موجبہ کلّیہ**: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے ہر ہر فرد کے لئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو۔ جیسے کُلُّ اِنسَانٍ حَیَوَانٌ.

۲- **موجبہ جزئیہ**: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد کے لئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو۔ جیسے: بَعْضُ الْحَیَوَانِ اِنسَانٌ.

۳- **سالبہ کلّیہ**: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے ہر ہر فرد سے محمول کی نفی کی گئی ہو۔ جیسے لاَشَیْءَ مِنَ الْاِنسَانِ بِحِمَارٍ. (کوئی انسان گدھا نہیں ہے)

۴- **سالبہ جزئیہ**: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں موضوع کے بعض افراد سے محمول کی نفی کی گئی ہو۔ جیسے: بَعْضُ الْحَیَوَانِ لَیْسَ بِحِمَار. (بعض جاندار گدھے نہیں ہے) جیسے انسان

سُوْر کا بیان: وہ لفظ جس کے ذریعے افراد کی مقدار یعنی کلّیت و جزئیت کو بیان کیا جائے اس کو "سور" کہتے ہیں۔

محصورات اربعہ کے سور[1]:

موجبہ کلّیہ کا سور "کُلُّ" اور "لامِ استغراق" ہے جیسے کُلُّ اِنسَانٍ حَیَوَانٌ، اِنَّ الْاِنسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ. (یقیناً تمام انسان خسارے میں ہیں)

---

[1] وجہ تسمیہ: یہ سور البلد (شہر کی فصیل) سے ماخوذ ہے، جس طرح شہر کی فصیل شہر کو احاطہ میں لئے ہوتی ہے اسی طرح یہ لفظ بھی موضوع کے افراد کو احاطہ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔

موجبہ جزئیہ کا سور "بعضٌ"اور"واحِد" ہے بَعْضُ الْحَيَوان اِنْسَانٌ، وَاحِدٌ مِنَ الْجِسْمِ جمَادٌ. (ایک جسم جماد ہے یعنی بے جان ہے)

سالبہ کلّیہ کا سور: "لاشیء"،"لاواحد"اور نکرہ کا نفی کے تحت آنا ہے"۔مثلاً لا شَيء مِنَ الاِنْسَانِ بِحَجَرٍ. (کوئی انسان پتھر نہیں ہے)وَلا وَاحِدَ مِنَ النَّارِ بِبَارِدٍ (کوئی آگ ٹھنڈی نہیں ہے).مَامِنْ مَاءٍ اِلَّا وَهُوَ رَطْبٌ . (کوئی پانی ایسا نہیں ہے جو تر نہ ہو)

سالبہ جزئیہ کا سور: لَيْسَ بَعْضُ ،بَعْضُ لَيْسَ اور لَيْسَ كُلُّ" ہے۔جیسے لَيْسَ بَعْضُ الْحَيَوَان بِحِمَارٍ.بَعْضُ الْفَوَاكِهِ لَيْسَ بِحُلْوٍ (بعض پھل میٹھے نہیں ہوتے)، لَيْسَ كُلُّ حَيْوَانٍ إِنْسَاناً. (تمام حیوان انسان نہیں ہے)

فائدہ: كُلٌّ تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱)كُلٌّ إفْرَادِي (۲) كُلٌّ مَجْمُوْعِي (۳) كُلٌّ كُلِّي.

كُلٌّ إفْرَادِي :جسکے مدخول کے ہر ہر فرد کے لئے حکم کو ثابت کیا گیا ہو جیسے كُلُّ إنْسَانٍ حَيَوَانٌ ۔کہ اسمیں انسان کے ہر ہر فرد کے لئے حیوانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

كُلٌّ مَجْمُوْعِي: جسکے مدخول کے مجموعے کے لئے حکم کو ثابت کیا گیا ہو۔ ہر ہر فرد کے لئے ثابت نہ کیا گیا ہو جیسے كُلُّ إنْسَانٍ لَا يَسَعُهُ هٰذِه الدَّارُ(تمام انسان اس گھر میں ایک ساتھ نہیں آسکتے)تو اسمیں نہ آسکنے کا حکم افراد کے مجموعے پر لگا ہے یعنی ایک گھر میں تمام انسان اکٹھے نہیں آسکتے ،الگ۔الگ ہر انسان آسکتا ہے۔تو نہ آسکنے کا حکم انسان کے مجموعے پر ہے اسکے ہر ہر فرد پر نہیں ہے۔

نوٹ: اسمیں کبھی افراد کے مجموعے پر حکم لگتا ہے جیسا کہ ابھی گذرا۔اور کبھی اجزاء کے مجموعے پر حکم لگتا ہے جیسے كُلُّ الرُّمَّانِ مَاكُوْلٌ(پورا انار کھایا جاتا ہے)تو یہاں کھائے جانے کا حکم انار کے اجزاء کے مجموعے پر لگا ہے

كُلٌّ كُلِّي :جسکے مدخول کی ماہیت کے لئے حکم کو ثابت کیا گیا ہو۔ ہر ہر فرد کے لئے

ثابت نہ کیا گیا ہو اور نہ ہی افراد کے مجموعے کے لئے ثابت کیا گیا ہو جیسے کُلُّ إنْسَانٍ نَوْعٌ۔ کہ اسمیں نوع ہونے کا حکم انسان کی ماہیت پر لگا ہے یعنی حقیقتِ انسان نوع ہے اسکا ہر ہر فرد زید عمرو غیرہ نوع نہیں ہے اور نہ ہی تمام افراد نوع ہیں۔

نوٹ: موجبہ کلّیہ کا سور کُلُّ إفْرَادِی ہوتا ہے کُلُّ مَجْمُوْعِی اور کُلُّ کُلِّی نہیں ہوتا۔

محصورات اربعہ کی تحقیق:

قضیہ حملیہ کے دو طرف ہیں، ایک محکوم علیہ جسکا نام موضوع ہے، اور دوسرا محکوم بہ جسکا نام محمول ہے۔

مناطقہ کی یہ عادت ہے کہ وہ موضوع کو "جَ" سے تعبیر کرتے ہیں اور محمول کو "بَ" سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً جب "کُلُّ إنْسَانٍ حَیَوَانٌ" کہنا ہو تو اسکو "کُلُّ جَ بَ" سے تعبیر کرتے ہیں اور "بَعْضُ الْحَیَوَانِ إنْسَانٌ" کو "بَعْضُ جَ بَ" سے تعبیر کرتے ہیں اور "لا شَيْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِإنْسَانٍ" کو "لا شَيْءَ مِنْ جَ بَ" سے تعبیر کرتے ہیں وغیرہ۔

موضوع کو "جَ" اور محمول کو "بَ" سے تعبیر کرنے کی حکمت:

موضوع کو "جَ" اور محمول کو "بَ" سے تعبیر کرنے سے مناطقہ کے دو مقصد ہیں۔

(۱) اختصار، اسلئے کہ "کُلُّ جَ بَ" "کُلُّ إنْسَانٍ حَیَوَانٌ" سے مختصر ہے۔

(۲) دفعِ توہمِ انحصار، یعنی انحصار کے وہم کو دفع کرنا اسلئے کہ جب موجبہ کلیہ کے لئے "کُلُّ إنْسَانٍ حَیَوَانٌ" کی مثال وضع کر کے اس پر موجبہ کلیہ کے احکام جاری کرتے ہیں تو اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید موجبہ کلیہ کے احکام صرف اسی مادہ یعنی "کُلُّ إنْسَانٍ حَیَوَانٌ" میں جاری ہوتے ہیں، دوسرے موجباتِ کلیہ یعنی موجبہ کلیہ کے دوسرے مواد میں جاری نہیں ہوتے حالانکہ کے یہ وہم غلط ہے،

تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے منطقی حضرات قضیہ کا ایک مفہومِ عام لیکر اور اسکو مواد سے خالی کر کے اس کے طرفین کو "جَ" اور "بَ" سے تعبیر کرتے ہیں پھر اس پر موجبہ کلیہ کے احکام جاری کرتے ہیں، اس سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے کہ یہ احکام صرف اسی مادہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ یہ موجبہ کلیہ کی تمام جزئیات میں جاری ہوتے ہیں۔

ذاتِ موضوع اور وصفِ موضوع کا مطلب:

جانبِ موضوع (جانبِ "جَ") میں دو چیزیں ہیں (۱) ذاتِ موضوع (۲) وصفِ موضوع، ذاتِ موضوع سے مراد موضوع کا مصداق اور اسکے افراد ہیں اور وصفِ موضوع سے مراد موضوع کا مفہوم ہے جیسے کُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ میں انسان کی جانب میں دو چیزیں ہے (۱) انسان کا مصداق (افراد) جیسے زید، عمر، بکر وغیرہ یہ ذاتِ موضوع ہیں (۲) انسان کا مفہوم یعنی حیوانِ ناطق، یہ وصفِ موضوع ہے، اور اسے ہی وصفِ عنوانی بھی کہتے ہیں۔

اب آپ سمجھ چکے ہیں کہ جانبِ موضوع میں ایک چیز ذاتِ موضوع ہے اور ایک چیز وصفِ موضوع ہے اور وصفِ موضوع کا تعلق ذاتِ موضوع سے ہوتا ہے، اب سمجھو کہ یہ تعلق تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ تعلق عینیت کا ہوگا یا جزئیت کا ہوگا یا عروضیت کا ہوگا، عینیت کا تعلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وصفِ موضوع ذاتِ موضوع کا عین ہو جیسے کُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ کہ اسمیں انسان کی ذاتِ موضوع زید، عمر، بکر وغیرہ ہیں اور وصفِ موضوع انسان کا مفہوم یعنی حیوانِ ناطق ہے اور صاف ظاہر ہے کہ حیوانِ ناطق زید، عمر، بکر وغیرہ کی عین حقیقت ہے اسلئے کہ زید، عمر وغیرہ کی حقیقت ماہیتِ انسانیہ ہے اور تشخص انکی ماہیت سے خارج ہے۔

اور جزئیت کا تعلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وصفِ موضوع ذاتِ موضوع کی حقیقت کا جز ہو جیسے کُلُّ حَيَوَانٍ حَسَّاسٌ، اب یہاں حیوان کی ذاتِ موضوع زید، عمر، بکر وغیرہ ہیں اور وصفِ موضوع حیوان کا مفہوم یعنی جوہر، جسمِ نامی، حساس، متحرک بالارادہ ہے اور

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ وصفِ موضوع (جوہر، جسمِ نامی، حساس، متحرک بالارادہ) زید، عمرو غیرہ کی حقیقت کا عین نہیں ہے بلکہ انکی حقیقت کا جز ہے۔ کیونکہ زید، عمرو غیرہ کی حقیقت ''حیوانِ ناطق'' ہے اور حیوان اسکا جز ہے اور یہ (جوہر، جسمِ نامی، حساس، متحرک بالارادہ) حیوان ہی کا مفہوم ہے اسلئے یہ بھی حقیقت کا ہی جز ہیں۔

اور عروضیت کا تعلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وصفِ موضوع ذاتِ موضوع کی حقیقت سے خارج ہو اور اسے عارض ہو جیسے كُلُّ مَاشٍ حَيَوَانٌ (ہر چلنے والا جاندار ہے)، اب یہاں مَاشٍ کی ذاتِ موضوع زید، عمرو غیرہ ہیں اور وصفِ موضوع مفہومِ ماشی ہے، اور صاف ظاہر ہے کہ مشي زید، عمرو غیرہ کی حقیقت سے خارج ہو کر اسے عارض ہے۔

عقدِ وضع اور عقدِ حمل کا مطلب:

قضیہ حملیہ موجبہ کے معنیٰ دو عقدوں پر مشتمل ہوتے ہیں ایک ''عقدِ وضع'' اور دوسرا ''عقدِ حمل''، عقدِ وضع کا مطلب ہے ''ذاتِ موضوع کا وصفِ موضوع کے ساتھ متصف ہونا'' اور عقدِ حمل کا مطلب ہے ''ذاتِ موضوع کا وصفِ محمول کے ساتھ متصف ہونا'' جیسے كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ اس مثال میں انسان کی ذاتِ موضوع زید وغیرہ ہیں اور وصفِ موضوع انسان کا مفہوم یعنی حیوانِ ناطق ہے تو زید وغیرہ کا اس وصفِ موضوع یعنی حیوانِ ناطق کے ساتھ متصف ہونا عقدِ وضع ہے، اور اسکا وصفِ محمول یعنی حیوانیت کے ساتھ متصف ہونا عقدِ حمل ہے۔

افرادِ شخصیہ اور افرادِ نوعیہ:

ابھی آپ نے پڑھا کہ ذاتِ موضوع سے مراد اسکے افراد ہوتے ہیں، اب سمجھئے کہ اسکے افراد دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) افرادِ شخصیہ (۲) افرادِ نوعیہ، مثلاً حیوان کے افرادِ شخصیہ زید، عمر، بکر وغیرہ ہیں، اور افرادِ نوعیہ انسان، فرس، غنم وغیرہ ہیں، اب ذاتِ موضوع سے مراد کب کونسے افراد ہونگے اسکا ضابطہ سمجھ لیجئے۔

اگر وصفِ موضوع نوع یا مساویِ نوع یعنی فصل اور خاصّہ ہوتو اس صورت میں ذاتِ موضوع سے مراد افرادِ شخصیہ ہونگے جیسے کُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ ، اسمیں وصفِ موضوع (انسان) نوع ہے لہٰذا اسمیں حیوانیت والاحکم ذاتِ موضوع (انسان) کے افرادِ شخصیہ مثلاً زید، عمر، بکر وغیرہ پر ہوگا، اور کُلُّ نَاطِقٍ حَيَوَانٌ میں وصفِ موضوع (ناطق) فصل ہے اسلئے اسمیں بھی حیوانیت والاحکم ذاتِ موضوع (انسان) کے افرادِ شخصیہ یعنی زید وغیرہ پر ہی ہوگا اور کُلُّ ضَاحِكٍ حَيَوَانٌ میں وصفِ موضوع (ضَاحِک) خاصّہ ہے اسلئے اسمیں بھی حیوانیت والاحکم ذاتِ موضوع (انسان) کے افرادِ شخصیہ پر ہی ہوگا۔

اور اگر وصفِ موضوع جنس یا مساویِ جنس (عرضِ عام) ہوتو اس صورت میں ذاتِ موضوع سے مراد افرادِ شخصیہ بھی ہونگے اور افرادِ نوعیہ بھی ہونگے جیسے کُلُّ حَيَوَانٍ حَسَّاسٌ کہ اسمیں وصفِ موضوع (حیوان) جنس ہے اسلئے حساسیت کا حکم ذاتِ موضوع (حیوان) کے افرادِ شخصیہ یعنی زید، عمر، بکر وغیرہ پر بھی ہوگا اور افرادِ نوعیہ یعنی انسان، فرس، غنم وغیرہ پر بھی ہوگا، اور کُلُّ مَاشٍ حَيَوَانٌ میں وصفِ موضوع (ماشی) عرضِ عام ہے لہٰذا حیوانیت کا حکم ذاتِ موضوع (ماشی) کے افرادِ شخصیہ یعنی زید وغیرہ پر بھی ہوگا اور افرادِ نوعیہ یعنی انسان وغیرہ پر بھی ہوگا۔

آپ نے پیچھے جانا کے جانبِ موضوع میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک ذاتِ موضوع اور دوسری وصفِ موضوع، اسی طرح جانبِ محمول میں بھی دو چیزیں ہوتی ہے ایک ذاتِ محمول اور دوسری وصفِ محمول۔

گذشتہ تفصیل کا مقصود:

اب سمجھو کہ کُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ جیسے قضایا محصورہ میں جانبِ موضوع میں ذاتِ موضوع یعنی موضوع کے افراد مراد ہوتے ہیں اور جانبِ محمول میں وصفِ محمول یعنی محمول کا مفہوم مراد ہوتا ہے جیسے مذکورہ قضیہ میں ذاتِ موضوع (انسان) کے افراد پر محمول کے مفہوم

(حیوانیت) کا حکم لگا ہے اور ایسے ہی "کُلُّ جَ بَ" میں "بَ" کا مفہوم "جَ" کے افراد کے لئے ثابت ہوتا ہے۔

وجودِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم

اس اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قضیہ حملیہ خارجیہ (۲) قضیہ حملیہ ذہنیہ (۳) قضیہ حملیہ حقیقیہ

۱-**قضیه حملیه خارجیه**: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں موضوع پر خارج میں موجود ہونے کے اعتبار سے حکم لگایا گیا ہو۔ جیسے: زَیْدٌ کَاتِبٌ.

وضاحت: اس مثال میں زید (موضوع) پر کاتب کا حکم زید کے خارج میں ہونے کے اعتبار سے لگایا گیا ہے، کہ زید خارج میں کاتب ہے۔

۲-**قضیه حملیه ذهنیه**: وہ قضیہ حملیہ جس میں موضوع پر ذہن میں ہونے کے اعتبار سے حکم لگایا گیا ہو۔ جیسے أَلاِنْسَانُ کُلِّیٌّ.

وضاحت: اس مثال میں الانسان (موضوع) پر کلّی کا حکم ذہن میں موجود ہونے کے اعتبار سے لگایا گیا ہے کہ انسان ذہن میں کلّی ہے۔

۳-**قضیه حملیه حقیقیه**: وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع خارج میں واقعۃً تو موجود نہ ہو لیکن اسکو موجود مان لیا گیا ہو جیسے اَلْإِنْسَانُ حَیَوَانٌ، انسان خارج میں نہیں پایا جاتا لیکن اسکے افراد خارج میں پائے جاتے ہیں مگر افراد کے ضمن میں انسان کو بھی موجود مان لیا گیا ہے

فائده: اہل منطق کے نزدیک جہان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جہانِ خارجی (۲) جہانِ ذہنی (۳) جہانِ نفس الامری

۱- **جهانِ خارجی**: جس جہان میں ہم سب یعنی چاند، تارے اور سورج وغیرہ موجود ہیں یہ جہانِ خارجی ہے۔

۲- **جہـــانِ ذھـــنـــی** : وہ جہان جو فقط ہمارے ذہنوں میں موجود ہو جیسے کلّی ،جنس ،نوع ،وغیرہ ہونا یہ تمام چیزیں ہمارے ذہنوں میں ہیں خارج میں نہیں۔

۳- **جہـــانِ نـفـس الامری**[1]: وہ جہان جس میں کسی چیز کے وجود پراس کے ذہنی اور خارجی ہونے سے قطع نظر کر کے حکم لگایا گیا ہو، جیسے چار جفت ہے تین چھ کا آدھا ہے وغیرہ۔

فائدہ : قضیہ حملیہ خارجیہ کا موضوع خارج موجود میں ہوتا ہے اور قضیہ حملیہ حقیقیہ کا موضوع خارج میں موجود نہیں ہوتا مگر افراد کے ضمن میں اسے موجود مان لیا جاتا ہے تو انکے درمیان عموم خصوص من وجہٍ کی نسبت ہے اسلئے کہ یہ دونوں ایک ساتھ جمع بھی ہو جاتے ہیں جیسے کُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ کہ یہ حملیہ خارجیہ بھی ہے۔کیونکہ انسان کے افراد خارج میں پائے جاتے ہیں۔ اور حقیقیہ بھی ۔ کیونکہ انہیں افراد کے ضمن میں مفہومِ انسانیت بھی پایا جاتا ہے۔

اور الگ۔الگ بھی پائے جاتے ہیں جیسے کُلُّ عَنْقَاءَ طَائِرٌ کہ یہ صرف حملیہ حقیقیہ ہے خارجیہ نہیں ہے کیونکہ اسکا موضوع خارج میں موجود نہیں ہے۔اور زَيْدٌ عَالِمٌ ، کہ یہ حملیہ خارجیہ ہے حقیقیہ نہیں ہے کیونکہ موضوع خارج میں حقیقۃً موجود ہے اسے موجود مانا نہیں گیا ہے۔اور انکے درمیان کے اسی تعلق کو عموم خصوص من وجہٍ کہتے ہیں

جہت مذکور ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم:

جہت سے مراد ایسا لفظ ہے جو مادۂ قضیہ پر دلالت کرے۔جیسے :ضرورت ،دوام، اطلاق اور امکان وغیرہ۔

فائدہ: مادۂ قضیہ:نسبت کی نفس الامری کیفیت کو کہتے ہیں یعنی حقیقت میں محمول کی

---

[1] نفس الامر: امر بمعنی شے ہے لہٰذا نفس الامر کا معنی نفس شے ہوا۔نفسِ شے کہتے ہیں شے کا بالذات بلافرضِ فارض، بلا اعتبار معتبر اور بلا حکایت حا کی پایا جانا۔مثلاً قمر بالذات پایا جاتا ہے خواہ اس کا کوئی اعتبار کرے یا نہ کرے،خواہ کوئی اس کو فرض کرے یا نہ کرے اور خواہ کوئی اس کی حکایت کرے یا نہ کرے۔

موضوع کی طرف جونسبت ہوتی ہے اسے مادۂ قضیہ کہتے ہیں، کبھی تو وہ ضروری ہوتی ہے جیسے کُلُّ إنْسَانٍ حَيَوَانٌ میں کہ حقیقت میں حیوانیت کی نسبت انسان کی طرف ضروری ہے کیونکہ ہر انسان کا حیوان ہونا ضروری ہے۔اور کبھی دائمی ہوتی ہے جیسے کُلُّ فَلَكٍ مُتَحَرِّكٌ میں فلک کی طرف متحرک ہونے کی نسبت دائمی ہے یعنی فلک ہمیشہ کے لئے متحرک ہے۔پس سمجھئے کہ محمول کی موضوع کی طرف حقیقت میں جونسبت ہے اسے ہی مادۂ قضیہ کہتے ہے اور اس پر جو لفظ دلالت کرتا ہے اسے جہتِ قضیہ کہتے ہیں۔جیسے مثالِ اول میں جو حیوانیت کے ثبوت کے انسان کے لئے ضروری ہونے کی نسبت ہے اس پر دلالت کرنے کے لئے لفظِ "بِالضَّرورة" لے آئیں تو یہ لفظ جہتِ قضیہ کہلائے گا۔اسی طرح مثالِ ثانی میں فلک کی طرف جو حرکت کے دائمی ہونے کی نسبت کی گئی ہے اگر اس پر دلالت کرنے کے لئے لفظِ "بِالدَّوام" لے آئیں تو اسے بھی جہتِ قضیہ کہیں گے۔

اس اعتبار سے قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مُوَجَّهه (۲) مُطْلَقَه.

موجهه: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں قضیہ کی نسبت کی کیفیت بیان کی جائے۔مثلاً: اَلانسانُ حیوانٌ بالضرورة۔

۲-**مُطْلَقَهْ**: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں قضیہ کی نسبت کی کیفیت بیان نہ کی جائے مثلاً: اَلاِنسانُ حیوانٌ.

موجہہ کی اقسام:

قضیہ حملیہ موجہہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) بَسِيْطَه (۲) مُرَكَّبَه

۱-**بَسِيْطَه**: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں حکم صرف ایجاب (یعنی اثبات) کا ہو یا صرف سلب کا۔مثلاً: اَلانسانُ حیوانٌ بالضرورةِ یا اَلانسانُ لیس بحیوان بالضرورة.

۲-**مُرَكّبه**: وہ قضیہ موجہہ جس میں ایجاب وسلب دونوں کا حکم ہو۔مثلاً بالضر

ورة كلُّ كاتبٍ متحرك الاصابعِ مادام كاتبا لا دائما.

بسائطِ معتبرہ چھ ہیں: (۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مطلقہ عامہ (۶) ممکنہ عامہ

رہی بات وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی تو یہ درحقیقت بسیطہ نہیں ہیں لیکن انہیں بسائط میں اسلئے ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ دو مرکباؤں یعنی وقتیہ اور منتشرہ کا سمجھنا انہیں پر موقوف ہے۔

ضروریہ مطلقہ[1]: وہ موجہہ ہے جس میں ثبوت، محمول کا موضوع کیلئے یا سلب، محمول کا موضوع سے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے ضروری ہو جیسے: كُلُّ اِنسَانٍ حَيَوَانٌ بِالضَّرُورَةِ لاشَيْءَ مِن الانسان بحَجرٍ بالضرورة.

وضاحت: موضوع (انسان) کے لئے محمول (حیوان) اس وقت تک ثابت ہے جب تک ذاتِ موضوع (انسان کے افراد) موجود ہیں یعنی جب تک انسان موجود رہے گا تب تک وہ حیوان ضرور رہے گا۔

اسی طرح انسان سے پتھر ہونے کی نفی اس وقت تک ہے جب تک انسان موجود ہے یعنی جب تک انسان موجود رہے گا وہ پتھر نہ ہوگا۔

دائمہ مطلقہ[2]: وہ موجہہ ہے جس میں ثبوت، محمول کا موضوع کیلئے یا سلب، محمول کا موضوع سے جب تک ذاتِ موضوع موجود ہے دائمی ہو جیسے: كُلُّ فَلَكٍ مُتَحَرِّكٌ بِالدَّوَامِ (دائمی طور پر ہر فلک حرکت کرنے والا ہے) لاشَيْئً مِنَ الْفَلَكِ بِسَاكِنٍ بِالدَّوَامِ. (یہ بھی دائمی ہے کوئی فلک ساکن (حرکت نہ کرنے والا) نہیں ہے)

وضاحت: پہلی مثال میں حرکت کو فلک کیلئے جب تک وہ موجود ہے دائمی طور پر

---

[1] ضروریہ مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جہت ضرورت پر مشتمل ہوتا ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ضرورت وصف عنوانی اور وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

[2] اسے دائمہ مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ جہت دوام پر مشتمل ہوتا ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ دوام کو وصف عنوانی کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا۔

ثابت کیا گیا ہے اور دوسری مثال میں ساکن ہونے کی فلک سے جب تک وہ موجود ہے دائمی طور پر نفی کی گئی ہے۔

مشروطۂ عامہ[1]: وہ موجہہ ہے جس میں ثبوت، محمول کا موضوع کیلئے یا سلب، محمول کا موضوع سے جب تک موضوع کسی وصف کے ساتھ متصف ہے ضروری ہو جیسے كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الأَصَابِعِ بِالضَّرُورَةِ مَادَامَ كَاتِباً (ضروری طور پر کاتب کی انگلیاں ہلتی رہتی ہیں جب تک وہ لکھتا رہتا ہے) لَاشَيْئَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ بِالضَّرُورَةِ مَادَامَ كَاتِباً. (اور ضرور کاتب کی انگلیاں رکتی نہیں جب تک وہ لکھتا رہتا ہے)۔

وضاحت: پہلی مثال میں متحرک الاصابع ہونے کو یعنی انگلیوں کے ہلنے کو کاتب کے لئے جب تک وہ لکھ رہا ہے ضروری طور پر ثابت کیا گیا ہے یعنی جب تک کاتب صفتِ کتابت کے ساتھ متصف رہے گا تب تک اس کی انگلیاں ضروری ہلتی رہیں گی۔

اور دوسری مثال میں ساکن الاصابع ہونے کی یعنی انگلیوں کے رک جانے کی کاتب سے جب تک وہ لکھ رہا ہے ضروری طور پر نفی کی گئی ہے یعنی جب تک کاتب صفتِ کتابت کے ساتھ متصف رہے گا تب تک اسکی انگلیوں کا نہ رکنا لازمی ہوگا۔

فائدہ: جس لفظ کے ساتھ ذاتِ موضوع کو تعبیر کیا جائے اسے وصفِ موضوع اور وصفِ عنوانی کہا جاتا ہے۔ جیسے مذکورہ مثالوں میں کاتب۔

عرفیہ عامہ[2]: وہ موجہہ ہے جس میں ثبوت، محمول کا موضوع کے لئے یا سلب،

---

[1] مشروطہ عامہ کی وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو مشروطہ اس لیے کہتے ہیں کہ ضرورت کے لیے وصف عنوانی کو شرط قرار دیا گیا ہے اور عامہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اس مشروط خاصہ سے عام ہے جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

[2] عرفیہ عامہ کی وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو عرفیہ اس لئے بولتے ہیں کہ اہلِ عرف قضیہ سالبہ سے یہی معنیٰ (محمول کی موضوع کی طرف نسبت کا جدا نہ ہونا جب تک موضوع کی ذات وصفِ عنوانی کے ساتھ متصف ہے) سمجھتے ہیں خواہ جہت ذکر نہ کی گئی ہو مثلاً: لا شيئَ منَ النائِمِ بمُستَيقِظٍ (سالبہ) اس قضیہ کے معنی اہل عرف یہی سمجھتے ہیں (بقیہ صفحہ آئندہ)

محمول کا موضوع سے جب تک موضوع کسی وصف کے ساتھ متصف ہے دائمی ہو جیسے: کُلُّ مُلاکِمٍ مُتَحَرِّکُ الْیَدَیْنِ بِالدَّوَامِ مَادَامَ مُلاکِماً (مکے باز کے ہاتھ دائمی طور پر ہلتے رہتے ہیں جب تک وہ مکے بازی کرتا ہے) لاشَیْیءَ مِنَ الْمُلاکِمِ بِسَاکِنِ الْیَدَیْنِ بِالدَّوَامِ مَادَامَ مُلاکِماً (اور یہ بات دائمی ہے کہ مکے باز کے ہاتھ مکے بازی کرتے وقت رکتے نہیں ہے)

وضاحت: پہلی مثال میں متحرک الیدین ہونے کوملاکم (مکے باز) کے لئے جب تک وہ مکے بازی کررہا ہے دائمی طور پر ثابت کیا گیا ہے یعنی مکے باز جب تک مکے بازی کریگا تو ہمیشہ مکے بازی کرتے وقت اسکے ہاتھ ہلتے رہیں گے۔

اور دوسری مثال میں ساکن الیدین ہونے کی ملاکم (مکے باز) سے جب تک وہ مکے بازی کررہا ہے دائمی طور پر نفی کی گئی ہے یعنی مکے بازی کرتے وقت کبھی بھی اس کے ہاتھ رُکے ہوئے ہوں ایسا نہیں ہوسکتا۔

مطلقۂ عامہ[ا]: وہ موجہہ ہے جس میں ثبوت، محمول کا موضوع کے لئے یا سلب، محمول کا موضوع سے بالفعل یعنی تینوں زمانوں میں سے کسی بھی زمانے میں ہو جیسے کُلُّ إِنْسَانٍ ضَاحِکٌ بِالْفِعْلِ، لاشَیْیءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِضَاحِکٍ بِالْفِعْلِ.

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ بیدار ہونے کی نفی سونے والے سے اس وقت تک ہے جب تک وہ سونے والا ہے بلکہ اہلِ عرف موجبہ سے بھی یہی معنی سمجھتے ہیں چاہے جہت ذکر نہ کی جائے مثلاً جب کہا جائے کُلُّ کاتبٍ محترکُ الاصابعِ لوگ اس کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ انگلیاں ہلنے کا حکم کاتب کے لئے اس وقت تک ہے جب تک وہ کاتب ہے۔ قضیہ عرفیہ عامہ کو عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس عرفیہ خاصہ سے عام ہے جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

(صفحہ ہٰذا) [ا] مطلقہ عامہ کی وجہ تسمیہ: قضیہ مطلقہ عامہ کو مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب قضیہ کو مطلق بولتے ہیں اس کو کسی جہت مثلاً ضرورت، دوام وغیرہ کے ساتھ مقید نہیں کرتے تب بھی قضیہ سے یہی معنی (نسبت کا تینوں زمانوں میں کسی زمانہ میں پایا جانا) سمجھے جاتے ہیں اور اسکو عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قضیہ وجودیہ لادائمہ وجودیہ لاضروریہ سے عام ہے، ان دونوں قضیوں کا ذکر عنقریب آئے گا۔

وضاحت: پہلی مثال میں انسان کیلئے ضَاحِک ہونے کو بالفعل ثابت کیا گیا ہے یعنی انسان کسی نہ کسی وقت میں اور کسی نہ کسی زمانے میں ضرور ہنستا ہے ہر وقت ہنستا رہتا ہے ایسا اس سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مطلق ہنسنا ثابت ہوتا ہے۔

اور دوسری مثال میں ضَاحِک ہونے کی انسان سے بالفعل نفی کی گئی ہے یعنی انسان بہت سے مواقع پر ہنستا نہیں ہے انسان کبھی بھی نہ ہنستا ہو ایسا اس سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مطلق ہنسنے کی نفی ہوتی ہے

ممکنہ عامہ[1]: وہ موجہہ ہے جس میں موضوع کیلئے محمول کی جانبِ مخالف کے ضروری ہونے کی نفی کا حکم ہو یعنی اس قضیہ میں موضوع کے لئے محمول کا ثابت ہونا تو ضروری ہے لیکن محمول کی ضد کا ثابت ہونا بھی ضروری ہو ایسا نہیں ہے۔ جیسے: كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ بِالإمْكَانِ الْعَامِّ، (ہر آگ بامکانِ عام گرم ہے) لاَ شَيْءَ مِنَ النَّارِ بِبَارِدٍ بِالإمْكَانِ العَامِّ (کوئی آگ بامکانِ عام ٹھنڈی نہیں ہے)۔

وضاحت: پہلی مثال میں آگ کیلئے گرم ہونے کو بطور امکانِ عام کے ثابت کیا گیا ہے یعنی آگ کے لئے گرم ہونا ضروری ہے۔ لیکن اسکی جانبِ مخالف (ٹھنڈا ہونا) بھی ضروری ہو ایسا نہیں ہے۔

اور دوسری مثال میں آگ سے ٹھنڈا ہونے کی بطورِ امکانِ عام کے نفی کی گئی ہے یعنی آگ کے لئے ٹھنڈا نہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اسکی جانبِ مخالف (گرم نہ ہونا) بھی ضروری ہو ایسا نہیں ہے بلکہ اسکے لئے گرم ہونا ضروری ہے۔

وقتیہ مطلقہ[2]: وہ موجہہ ہے جسمیں ثبوت، محمول کا موضوع کے لئے یا سلب، محمول کا موضوع سے متعین وقت میں ضروری ہو جیسے كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بِالضَّرُوْرَةِ

---

[1] ممکنہ عامہ کی وجہ تسمیہ: اس کو ممکنہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جہتِ امکان پر مشتمل ہے۔

[2] وقتیہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ: اس قضیہ کو وقتیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ضرورت وقت کے ساتھ مقید ہے اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ لادوام کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

وَقْتَ حَيْلُوْلَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّمْسِ (لازماً ہر چاند گرہن ہوتا ہے سورج اور چاند کے درمیان زمین کے آجانے کے وقت) لَا شَيْئَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ۔ (اور تربیع کے وقت کوئی چانع گرہن نہیں ہوتا)

وضاحت: پہلی مثال میں گرہن ہونے کو چاند کے لئے ایک متعین وقت (جب سورج و چاند کے درمیان زمین آجائے) میں ثابت کیا ہے۔

اور دوسری مثال میں گرہن ہونے کی چاند سے ایک متعین وقت (تربیع کے وقت) میں نفی کی گئی ہے۔

فائدہ: چاند گرہن اس وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند کے درمیان زمین آجاتی ہے اور وہ وقت جس میں سورج اور چاند کے درمیان زمین نہ آئے اس کو عربی میں وقتِ تربیع کہتے ہیں۔

منتشرہ مطلقہ[1]: وہ موجہہ ہے جسمیں ثبوت، محمول کا موضوع کے لئے یا سلب، محمول کا موضوع سے غیر متعین وقت میں ضروری ہو۔ جیسے كُلُّ حَيَوَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتاً مَّا (ہر حیوان لازمی طور پر کسی نہ کسی وقت میں سانس لیتا ہے) لَا شَيْئَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتاً مَّا (ہر حیوان لازمی طور پر کسی نہ کسی وقت میں سانس نہیں لیتا)۔

وضاحت: پہلی مثال میں حیوان کے لئے سانس لینے کو غیر متعین وقت میں ضروری طور پر ثابت کیا گیا ہے یعنی حیوان کسی نہ کسی وقت میں ضرور سانس لیتا ہے بس اسکے سانس لینے کا وقت متعین نہیں ہے۔

اور دوسری مثال میں حیوان سے غیر متعین وقت میں سانس لینے کی نفی کی گئی ہے یعنی کوئی نہ کوئی وقت ایسا ضرور ہوتا ہے جسمیں حیوان سانس نہیں لیتا البتہ وہ غیر متعین ہوتا ہے۔

---

[1] منتشرہ مطلقہ کی وجہ تسمیہ: اسکو منتشرہ اس لئے کہتے ہیں کہ ضروری ہونے کا وقت غیر متعین ہے گویا کہ اس کا وقت بکھرا ہوا ہے اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ لا دوام کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

مرکبہ کی اقسام:

قضیہ حملیہ موجہہ مرکبہ کی سات قسمیں ہیں:

(۱) مشروطۂ خاصہ (۲) عرفیۂ خاصہ (۳)وقتیہ (۴) منتشرہ (۵)وجودیۂ لا دائمہ (۶) وجودیۂ لاضروریہ (۷)ممکنۂ خاصہ۔

تمہیدی باتیں: (کیفیات)

ضرورت: اِمْتِنَاعُ اِنْفِکَاکِ النِّسْبَةِ عَنِ الْمَوْضُوْعِ (محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہو) جیسے اَلْاِنْسَانُ حَیَوَانٌ میں حیوانیت کی نسبت انسان کی طرف ہے اور وہ کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوتی یعنی انسان حیوان ضرور ہوتا ہے۔اسلئے اس نسبت پر دلالت کرنے کے لئے ایسے قضیوں میں لفظِ "بِالضَّرُوْرَة "لاتے ہیں۔

دوام: شُمُوْلُ النِّسْبَةِ فِیْ جَمِیْعِ الْأَوْقَاتِ وَالأَزْمَان (محمول کی موضوع کی طرف جو نسبت ہے وہ تمام زمانوں میں اسکے ساتھ رہتی ہو) یعنی محمول کا ثبوت یا سلب موضوع کے لئے ضروری تو نہ ہو لیکن ان دونوں کے درمیان ایسا لزوم ہو کہ موضوع بغیر محمول کے نہ پایا جاتا ہو جیسے اَلْکَاتِبُ مُتَحَرِّکُ الْأَصَابِعِ (کاتب کی انگلیاں ہلتی رہتی ہیں) تو اس مثال میں انگلیوں کا ہلنا کاتب کے لئے ضروری تو نہیں لیکن ان دونوں کے درمیان ایسا تعلق ہے کہ لکھتے وقت کاتب کی انگلیاں ہمیشہ ہلتی ہی رہتی ہیں۔اسلئے اس نسبت پر دلالت کرنے کے لئے ایسے قضیوں میں لفظِ "بِالدَّوَام"لاتے ہیں۔

فعلیت: وُجُوْدُالشَّيْءِ فِیْ زَمَنٍ مِنَ الْأَزْمَانِ (محمول کی نسبت کا تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں پایا جانا) جیسے کُلُّ إِنْسَانٍ ضَاحِکٌ بِالْفِعل (ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا ہے) اسلئے اس نسبت پر دلالت کرنے کے لئے ایسے قضیوں میں لفظِ "بِالفعل "اور لفظِ "بِا لإِطْلَاقِ الْعَا مِّ "لاتے ہیں۔

بالقوہ اور بالفعل میں فرق:

فعلیت ،قوت کے مقابل ہے یعنی بالقوہ کا مطلب ہے کہ نسبت پائی جا سکتی ہے اور بالفعل کا مطلب ہے کہ نسبت پائی جا چکی ہے۔اب سمجھئے چونکہ ہر انسان ہنس سکتا ہے اسلئے كُلُّ إنْسَانٍ ضَاحِكٌ بالقوة تو کہ سکتے ہیں لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے کہ ہر انسان فی الحال ہنس رہا ہوتو كُلُّ إنْسَانٍ ضَاحِكٌ بالفعل نہیں کہ سکتے۔

فعلیت اور دوام میں فرق:

فعلیت ،دوام کی ضد ہے کیونکہ فعلیت کا مطلب ہے کہ نسبت تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں پائی جائے اور دوام کا مطلب ہے کہ نسبت ہر زمانے میں پائی جائے اسلئے فعلیت کو''لا دوام'' بھی کہتے ہیں۔اور انکی مثالیں ابھی اوپر فعلیت و دوام کے تحت گذر چکی ہیں۔

اِمکان اور لاضرورت: امکان،ضرورت کی ضد ہے اسلئے اسے''لاضرورت'' سے بھر تعبیر کرتے ہیں۔

پھر امکان کی دو قسمیں ہیں: (۱) اِمکانِ عام (۲) اِمکانِ خاص۔

اِمکانِ عام: سَلْبُ الضَّرُوْرَةِ الذَّاتِيَّةِ عَنِ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ لِلْحُكْمِ (موضوع کے لئے محمول کا ثبوت یا سلب اس طرح ہو کہ اسکی جانبِ مخالف ضروری نہ ہو) جیسے كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ بِالإمْكَانِ الْعَامِّ، (ہر آگ بامکانِ عام گرم ہے) اس مثال میں آگ کیلئے گرم ہونے کو بطور امکانِ عام کے ثابت کیا گیا ہے یعنی آگ کے لئے گرم ہونا تو ضروری ہے۔لیکن اسکی جانبِ مخالف (ٹھنڈا ہونا) بھی ضروری ہو ایسا نہیں ہے۔

اِمکانِ خاص: سَلْبُ الضَّرُوْرَةِ الذَّاتِيَّةِ عَنِ الطَّرفَيْنِ المُوافِقِ وَ الْمُخَالِفِ لِلْحُكْمِ (یعنی حکم کی نہ جانبِ موافق ضروری ہو اور نہ جانبِ مخالف ضروری ہو) جیسے كُلُّ إنْسَانٍ مَوْجُوْدٌ بِالإمْكَانِ الخَاصِّ یعنی انسان ایک ایسا موجود ہے جسکا نہ وجود ضروری

ہے (یہ جانبِ موافق کا ضروری نہ ہونا ہے) اور نہ عدم ضروری ہے (یہ جانبِ مخالف کا ضروری نہ ہونا ہے)

نوٹ: لا دوام سے ایسے مطلقۂ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو کیف (اِیجاب و سلب) میں پہلے قضیہ کے مخالف اور کَم (کلّیت و جزئیت) میں پہلے قضیہ کے موافق ہو اور لاضرورۃ سے اشارہ ایسے ممکنۂ عامہ کی طرف ہوتا ہے جو کیف میں پہلے قضیہ کے مخالف اور کَم میں موافق ہوتا ہے۔ اور امکانِ خاص دو ممکنہ قضیوں کی طرف اشارہ ہے جنمیں سے ایک موجبہ ہوتا ہے اور دوسرا سالبہ (اب اس تمہید کے بعد ان مرکبات کو سمجھئے)

۱- **مشروطۂ خاصہ** : وہ مشروطۂ عامہ ہے جس میں لا دوامِ ذاتی کی قید لگادی جائے۔ جیسے: بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ مُلَاكِمٍ مُتَحَرِّكُ الْيَدَيْنِ مَادَامَ مُلَاكِماً لَا دَائِماً (ہر مکے باز کے ہاتھ مکے بازی کرتے وقت ہلتے رہتے ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا) بِالضَّرُوْرَةِ لَا شَيْئَ مِنَ الْمُلَاكِمِ بِسَاكِنِ الْيَدَيْنِ مَا دَامَ مُلَاكِماً لَا دَائِماً (کسی مکے باز کے ہاتھ مکے بازی کرتے وقت رکتے نہیں ہے لیکن ایسا بھی ہمیشہ نہیں ہوتا)

وضاحت: (موجبہ) بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ مُلَاكِمٍ مُتَحَرِّكُ الْيَدَيْنِ مَادَامَ مُلَاكِماً لَا دَائِماًأَيْ لَا شَيْءَ مِنَ الْمُلَاكِمِ بِمُتَحَرِّكِ الْيَدَيْنِ بِالْفِعل ہر مکے باز کے ہاتھ مکے بازی کرتے وقت ہلتے رہتے ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی زمانہ میں اسکے ہاتھ ہلتے نہیں ہے مثلاً جب وہ مکے بازی نہ کررہا ہو۔ (سالبہ) بِالضَّرُوْرَةِ لَا شَيْئَ مِنَ الْمُلَاكِمِ بِسَاكِنِ الْيَدَيْنِ مَا دَامَ مُلَاكِماً لَا دَائِماًأَيْ كُلُّ مُلَاكِمٍ سَاكِنُ الْيَدَيْن بالفعل۔ کسی مکے باز کے ہاتھ مکے بازی کرتے وقت رکتے نہیں ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ ہر مکے باز کے ہاتھ کسی نہ کسی زمانے میں رکے ہوتے ہیں مثلاً جب وہ مکے بازی نہ کررہا ہو۔

۲- **عرفیۂ خاصہ** : وہ عرفیۂ عامہ ہے جس میں لا دوامِ ذاتی کی قید لگادی جائے۔ جیسے: بِالدَّوَامِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْأَصَابِعِ، مَا دَامَ كَاتِباً لَا

دَائِمـــاً، (ہر کاتب کی انگلیاں لکھتے وقت ہلتی رہتی ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا) بِالدَّوَامِ لَا شَيْئَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِباً لَا دَائِماً۔ (کسی کاتب کی انگلیاں لکھتے وقت رکتی نہیں ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا)

وضاحت: (موجبہ) بِالضَّرُورَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْأَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِباً لَا دَائِماًأَيْ لَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِمُتَحَرِّكِ الْأَصَابِعِ بِالْفِعل ہر کاتب کی انگلیاں لکھتے وقت ہلتی رہتی ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی زمانہ میں اسکی انگلیاں ہلتی نہیں ہیں مثلاً جب وہ لکھ نہ رہا ہو۔ (سالبہ) بِالضَّرُورَةِ لَا شَيْئَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْأَصَابِعِ مَا دَامَ كَاتِباً لَا دَائِماًأَيْ كُلُّ كَاتِبٍ سَاكِنُ الْأَصَابِعِ بالفعل۔ کسی کاتب کی انگلیاں لکھتے وقت رکتی نہیں ہیں لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ ہر کاتب کی انگلیاں کسی نہ کسی زمانے میں رُکی ہوتی ہیں مثلاً جب وہ کتابت نہ کر رہا ہو۔

۳- **وقتیہ** : وہ وقتیۂ مطلقہ ہے جس میں لا دوامِ ذاتی کی قید لگا دی جائے، جیسے: كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بِالضَّرُورَةِ وَقْتَ حَيْلُولَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّمْسِ لَا دَائِماً (ہر چاند گرہن ہوتا ہے سورج اور چاند کے درمیان زمین کے آجانے کے وقت لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا) لَا شَيْئَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيعِ لَا دَائِماً۔ (اور کوئی چاند تربیع کے وقت گرہن نہیں ہوتا لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا)

وضاحت: كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بِالضَّرُورَةِ وَقْتَ حَيْلُولَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّمْسِ لَادَائِماًأَيْ لَا شَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِا لْفِعل ہر چاند گرہن ہوتا ہے سورج اور چاند کے درمیان زمین کے آجانے کے وقت لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی زمانے میں چاند گرہن نہیں ہوتا مثلاً جب سورج اور چاند کے زمین نہ آئے۔ لَا شَيْئَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيعِ لَا دَائِماً أَيْ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بالفعل، کوئی چاند تربیع کے وقت گرہن نہیں ہوتا لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ ہر چاند کسی نہ کسی زمانے میں گرہن ہوتا ہے مثلاً جب سورج اور چاند کے درمیان زمین آجائے۔

۴- **منتشرہ** : وہ منتشرۂ مطلقہ ہے جس میں لا دوامِ ذاتی کی قید لگا دی جائے، جیسے: بِالضَّرُوْرَۃِ کُلُّ حَیَوَانٍ مُتَنَفِّسٌ وَقْتًا مَّا لَا دَائِمًا۔ (**ہر جاندار کسی نہ کسی وقت میں سانس لیتا ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا**) بِالضَّرُوْرَۃِ لَا شَیْئَ مِنَ الْحَیَوَانِ بِمُتَنَفِّسٍ وَقْتًا مَّا لَا دَائِماً۔ (**اور ہر جاندار کسی نہ کسی وقت میں سانس نہیں لیتا ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا**)

وضاحت: بِالضَّرُوْرَۃِ کُلُّ حَیَوَانٍ مُتَنَفِّسٌ وَقْتًا مَّا لَا دَائِمًا أیْ لَا شَیْئَ مِنَ الْحَیَوَانِ بِمُتَنَفِّسٍ بالفعل۔ **ہر جاندار کسی نہ کسی وقت میں سانس لیتا ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا بھی وقت آتا ہے جسمیں وہ سانس نہیں لیتا**۔ بِالضَّرُوْرَۃِ لَا شَیْئَ مِنَ الْحَیَوَانِ بِمُتَنَفِّسٍ وَقْتًا مَّا لَا دَائِماً أی کُلُّ حَیَوَانٍ مُتَنَفِّسٌ بالفعل (**اور ہر جاندار کسی نہ کسی وقت میں سانس نہیں لیتا ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا بھی وقت ہوتا ہے جسمیں وہ سانس لیتا ہے**۔

۵- **وجودیہ لا دائمہ** : وہ مطلقۂ عامہ ہے جس میں لا دوامِ ذاتی کی قید لگا دی جائے۔ جیسے کُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِکٌ بِالْفِعْلِ لَا دَائِماً، (**ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا ہے مگر ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا**) لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِکٍ بِالْفِعْلِ لَا دَائِماً (**ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا نہیں ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا**)

وضاحت: کُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِکٌ بِالْفِعْلِ لَا دَائِماً أیْ لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنُسَانِ بِضَاحِکٍ بِالْفِعْلِ **ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا ہے مگر ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ کچھ اوقات میں وہ ہنستا نہیں ہے** لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنُسَانِ بِضَاحِکٍ بِالْفِعْلِ لَا دَائِماً أیْ کُلُّ اِنُسَانٍ ضَاحِکٌ بِالْفِعْل **ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا نہیں ہے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ کچھ اوقات میں وہ ہنستا بھی ہے**۔

۶- **وجودیہ لا ضروریہ** : وہ مطلقۂ عامہ ہے جس میں لا ضرورۃِ ذاتی کی قید لگا دی جائے۔ جیسے کُلُّ اِنُسَانٍ ضَاحِکٌ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَۃِ، (**ہر انسان کسی نہ کسی**

زمانے میں ہنستا ہے لیکن ایسا ضروری نہیں ہوتا) لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنْسَان بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ ۔(ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا نہیں ہے لیکن ایسا ضروری نہیں ہوتا)

وضاحت: كُلُّ اِنْسَان ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِأَیْ لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنْسَان بِضَاحِكٍ بِالْاِمْكَان الْعامِّ ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا ہے لیکن ایسا ضروری نہیں ہوتا بلکہ کوئی بھی انسان نہ ہنسے ایسا بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اسکے لئے ''ہنسنا'' ضروری نہیں ہے لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنْسَان بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِأَیْ كُلُّ اِنْسَان ضَاحِكٌ بِالْاِمْكَان الْعام ۔ ہر انسان کسی نہ کسی زمانے میں ہنستا نہیں ہے لیکن ایسا ضروری نہیں ہوتا بلکہ ہر انسان ہنسے ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ ''نہ ہنسنا'' اسکے لئے ضروری نہیں ہے۔

۷- **ممکنہ خاصہ** : وہ قضیہ موجہہ جس میں موضوع کے لئے محمول کی جانبِ موافق ومخالف دونوں کے ضروری نہ ہونے کا حکم کیا گیا ہو۔ جیسے كُلُّ اِنْسَان كَاتِبٌ بِالْأُمْكَان الْخَاصِّ (ہر انسان کاتب ہے بامکانِ خاص)، لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنْسَان بِكَاتِبٍ بِا لْأُمْكَان الْخَاصِّ ۔(اور کوئی انسان کاتب نہیں ہے بامکانِ خاص)

وضاحت: كُلُّ اِنْسَان كَاتِبٌ بِالْأُمْكَان الْخَاصِّ أَیْ كُلُّ اِنْسَان كَاتِبٌ بِالْأُمْكَان العَامِّ وَلَا شَیْئً مِنَ الْاِنْسَان بِكَاتِب بِالْأُمْكَان العَامِّ ہر انسان کا کاتب ہونا ممکن ہے یعنی اسکے لئے ''کاتب نہ ہونا'' ضروری نہیں ہے اور ایسے ہی ہر انسان کا کاتب نہ ہونا بھی ممکن ہے یعنی اسکے لئے ''کاتب ہونا'' بھی ضروری نہیں ہے لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنْسَان بِكَاتِبٍ بِا لْأُمْكَان الْخَاصِّ أَیْ لَا شَیْئَ مِنَ الْاِنْسَان بِكَاتِبٍ بِالْأُمْكَان العَامِّ وَ كُلُّ اِنْسَان كَاتِبٌ بِالْأُمْكَان العَامِّ ہر انسان کا کاتب نہ ہونا بھی ممکن ہے یعنی اسکے لئے کاتب ہونا ضروری نہیں ہے اور ایسے ہی ہر انسان کا کاتب ہونا بھی ممکن ہے یعنی اسکے لئے کاتب نہ ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

فائدہ : قضیہ موجہہ مرکبہ کی مذکورہ اقسام کو مرکباتِ سبعہ کہا جاتا ہے۔

قضیہ شرطیہ کی تقسیم:

قضیہ شرطیہ کی تین طرح سے تقسیم کی جاتی ہے:
(۱) حکم کے اتصال وانفصال کے اعتبار سے۔
(۲) حکم کے تقدیرِ معین پر ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے۔
(۳) طرفین کی اصل کے اعتبار سے۔

(۱) حکم کے اتصال وانفصال کے اعتبار سے قضیہ شرطیہ کی تقسیم

اس اعتبار سے قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصلہ (۲) منفصلہ

۱- **قضیہ شرطیہ متصلہ** : وہ قضیہ جس میں ایک قضیہ کے مان لینے پر دوسرے قضیہ کے ثبوت یا نفی کا حکم لگایا جائے۔ اگر ثبوت کا حکم ہو تو اسے متصلہ موجبہ کہیں گے۔ جیسے: إِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا) اور اگر نفی کا حکم ہو تو اسے متصلہ سالبہ کہیں گے جیسے لَيْسَ أَلْبَتَّةَ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ الَّيْلُ مَوْجُوْداً (ایسا نہیں ہے کہ جب سورج طلوع ہو تو رات موجود ہو)۔

وضاحت : اگر پہلی مثال میں "كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً" (طلوعِ شمس) کو مان لیا جائے تو دن کی موجودگی کا حکم لگایا جائیگا، کیونکہ جب سورج کو طلوع مانیں گے تبھی دن کو موجود مان سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسری مثال میں پہلے قضیہ "كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً" (طلوعِ شمس) کو مان لیا جائے تو رات کی نفی کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ جب دن طلوع ہوگا تو رات موجود نہیں ہوگی۔

۲۔ **قضیہ شرطیہ منفصلہ** : وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو چیزوں (مقدم اورتالی) کے درمیان منافات (جدائی) ہونے کا حکم لگایا گیا ہو۔ یا دو چیزوں (مقدم وتالی) کے درمیان سے منافات اور ضدیت (جدائی) کی نفی کردی گئی ہو۔ اول کو ''منفصلہ موجبہ'' اور ثانی کو ''منفصلہ سالبہ'' کہتے ہیں۔

۳۔ **موجبہ کی مثال** : هٰذَاالشَّيْئُ اِمَّا شَجَرٌ أوْ حَجَرٌ. یہاں اس بات کا حکم ہے کہ شجر اور حجر ایک دوسرے کے منافی ہیں یعنی دونوں کے درمیان جدائی ثابت کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ شئی یا شجر ہوگی یا حجر۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک شئے شجر بھی ہو اور حجر بھی۔

۴۔ **سالبہ کی مثال** : لَيْسَ أَلْبَتَّةَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ الشَّمْسُ طَالِعَةً أَوْ يَكُوْنَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا (ایسا نہیں ہوسکتا کہ یا تو سورج نکلے گا یا دن موجود ہوگا) یہاں یہ حکم نہیں کہ سورج کے نکلنے اور دن کے موجود ہونے میں منافات ہے۔ بلکہ ان کے درمیان سے منافات (جدائی) کی نفی کی گئی ہے۔ یعنی جب سورج نکلے گا تو دن ضرور ہوگا۔

قضیہ شرطیہ متصلہ کی اقسام:

مقدم اور تالی کے درمیان اتصال میں لزوم پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے قضیہ شرطیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) لزومیہ (۲) اِتفاقیہ

۱۔ **متصلہ لزومیہ** : وہ قضیہ شرطیہ جس میں مقدم اور تالی کے درمیان اتصال کا حکم کسی علاقہ کی وجہ سے ہو۔ جیسے اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (اگر سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا)۔

وضاحت : اس مثال میں مقدم (طلوعِ شمس) اور تالی (وجودِ نہار) کے درمیان اتصال کا حکم علیّت کے علاقے کی بنا پر ہے۔ کیونکہ سورج کا طلوع ہونا دن کے موجود ہونے

کے لئے علت ہے۔ اگر سورج نہیں نکلے گا تو دن بھی موجود نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ قضیہ شرطیہ کے پہلے جز کو مقدم اور دوسرے کو تالی کہتے ہیں۔

۲- **متصلہ اتفاقیہ** : وہ قضیہ شرطیہ جس میں مقدم اور تالی کے درمیان اتصال کا حکم کسی علاقہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ یہ دونوں اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں۔ جیسے اِنْ کَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقاً فَالْحِمَارُ نَاهِقٌ (اگر انسان ناطق ہوگا تو گدھا ناہق ہوگا)۔

وضاحت : اس مثال میں گدھے اور انسان کے اندر کوئی ایسا تعلق نہیں کہ انسان کے ناطق ہونے کی وجہ سے گدھے کا ناھق ہونا لازم آئے بلکہ یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ گدھا ناہق ہے اور انسان ناطق۔ مذکورہ بالا تعریفات میں علاقہ کا لفظ ذکر کیا گیا ہے لہذا علاقہ کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔

علاقہ اور اسکی اقسام

علاقہ کی تعریف:

"اَمْرٌ بِسَبَبِہٖ یَسْتَصْحِبُ الْمُقَدَّمُ التَّالِیَ" علاقہ وہ سبب ہے جس کی وجہ سے مقدم تالی کے ساتھ رہنا چاہتا ہو یعنی جب مقدم پایا جائے تو تالی بھی پایا جائے۔ جیسے اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ۔ اس مثال میں مقدم (سورج کے طلوع ہونے) اور تالی (دن کے موجود ہونے) کے درمیان ایسا تعلق ہے کہ اگر مقدم پایا جائے گا تو تالی اس کے ساتھ ضرور پایا جائے گا، لہذا یہی تعلق علاقہ کہلاتا ہے۔

علاقہ اور اسکی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) **عِلِّیَّت** (۲) **تضایُف**

۱- **علیت** : اس کی تین صورتیں ہوں گی:

(۱) مقدم تالی کیلئے علت ہو۔ جیسے: اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (اگر

سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا)

وضاحت : اس مثال میں مقدم (سورج کا طلوع ہونا) تالی (دن کے موجود ہونے) کے لئے علت ہے یعنی دن اسی وقت موجود ہوگا جب سورج طلوع ہوگا۔

(۲) تالی مقدم کیلئے علت ہو۔ جیسے كُلَّمَا كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً (جب بھی دن موجود ہوگا سورج نکلا ہوگا)۔

وضاحت : اس مثال میں تالی (سورج کا نکلنا) مقدم (دن کے پائے جانے) کے لئے علت ہے یعنی جب بھی دن ہوگا تو سورج نکلا ہوگا۔

(۳) مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں اور علت کوئی تیسری چیز بنے۔ جیسے اِنْ كَانَ النَّهَارُ مَوْجُودًا فَالْعَالَمُ مُضِيءٌ (اگر دن موجود ہو تو عالم روشن ہوگا)

وضاحت : اس مثال میں دن کا موجود ہونا اور سارے جہاں کا روشن ہونا یہ دونوں معلول ہیں اور علت تیسری چیز ہے اور وہ سورج کا طلوع ہونا ہے۔ یعنی جب سورج طلوع ہوتا ہے تو دن بھی موجود ہوتا ہے اور جہاں بھی روشن ہوتا ہے۔

۲- **تضایف** : وہ تعلق جس کی وجہ سے مقدم اور تالی کا سمجھنا ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ جیسے اُبُوَّت (باپ ہونا) بُنُوَّت (بیٹا ہونا) اِنْ كَانَ زَيْدٌ أَبًا لِبَكْرٍ كَانَ بَكْرٌ اِبْناً لَهٗ (اگر زید بکر کا باپ ہے تو بکر زید کا بیٹا ہے)۔

وضاحت : اس مثال میں زید کا باپ ہونا اس پر موقوف ہے کہ بکر اس کا بیٹا ہے اور بکر کا بیٹا ہونا اس پر موقوف ہے کہ زید اس کا باپ ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کو سمجھنا دوسرے پر موقوف ہے لہذا اس علاقہ کو تضایف کہیں گے۔

قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تقسیمات

اس کی دو طرح تقسیم کی جاتی ہے:

(۱) مقدم اور تالی کی ذات کے اعتبار سے (۲) صدق وکذب کے اعتبار سے

ذات کے اعتبار سے قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تقسیم:

ذات کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)منفصلہ عنادیہ (۲)منفصلہ اتفاقیہ

(۱) **منفصلہ عنادیہ**: وہ قضیہ منفصلہ جس میں مقدم اور تالی کی ذات ہی ان کے درمیان جدائی کو چاہتی ہو۔ جیسے: هٰذَاالْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ أَوْفَرْدٌ (یہ عدد جفت ہے یا طاق)۔

وضاحت: اس قضیہ میں طاق و جفت ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ ان کی ذات ہی جدائی چاہتی ہے کیونکہ کوئی بھی عدد دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو وہ طاق ہوتا ہے یا جفت اور ایک ہی وقت میں دونوں کا اکٹھے ہونا بھی ناممکن ہے۔

(۲) **منفصلہ اتفاقیہ**: وہ قضیہ جس میں مقدم اور تالی کی ذات جدائی کو نہ چاہتی ہو بلکہ اتفاقاً جدائی ہوگئی ہو۔ جیسے زَیْدٌ إمَّا کَاتِبٌ أوْشَاعِرٌ (یہ شخص یا تو کاتب ہے یا شاعر ہے)۔

وضاحت: جیسے زید کے بارے میں جب وہ لکھنا جانتا ہو اور شعر کہنا نہ جانتا ہو یا اسکا برعکس ہو، یہ کہنا درست ہے کہ ''زید یا تو کاتب ہے یا شاعر ہے''یعنی اسکے اندر دونوں میں سے کوئی ایک بات ہے۔ لیکن لکھنے اور شعر کہنے کے فن میں جدائی ضروری نہیں کیونکہ بعضے لکھنا بھی جانتے ہیں اور شعر کہنا بھی۔

صدق وکذب کے اعتبار سے قضیہ شرطیہ منفصلہ کی اقسام

صدق وکذب کے اعتبار سے قضیہ شرطیہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱)حقیقیه (۲)مَانِعَةُ الجَمع (۳)مانعةُ الخُلُو.

۱- **قضیہ منفصلہ حقیقیہ**: وہ قضیہ جس میں مقدم اور تالی کے درمیان منافات (جدائی) یا عدمِ منافات (عدمِ جدائی) صدق اور کذب دونوں اعتبار

سے ہو۔ جیسے ھٰذا العَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ أَوْفَرْدٌ (یہ عدد یا تو جفت ہے یا طاق) اور لَیْسَ اَلْبَتَّۃَ إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ ھٰذَا الشَّيْءُ فَرَساً أَوْحَیَوَاناً (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ یہ چیز یا تو گھوڑا ہو یا حیوان ہو۔

وضاحت: صدق کے اعتبار سے ''جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی ایک چیز میں بیک وقت جمع نہ ہوسکیں اور کذب کے اعتبار سے ''جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی ایک چیز سے بیک وقت جدا نہ ہوسکیں۔ جیسے مذکورہ پہلی مثال میں طاق و جفت ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ یہ دونوں ایک ساتھ کسی عدد میں نہ تو جمع ہوسکتے ہیں اور نہ ہی جدا ہوسکتے ہیں، کیوں کہ ہر عدد یا تو جفت ہوگا یا طاق، ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی عدد نہ تو جفت ہو اور نہ ہی طاق اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ کوئی عدد جفت بھی ہو اور طاق بھی۔ (یہ صدق اور کذب دونوں اعتبار سے جدائی کی مثال ہے)۔

اور صدق کے اعتبار سے ''عدمِ جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور کذب کے اعتبار سے ''عدمِ جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ساتھ جدا ہو جائیں جیسے دوسری مثال میں ''گھوڑا ہونے'' اور ''حیوان ہونے'' کے درمیان جدائی نہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے، تو گھوڑا ہونا اور حیوان ہونا ایک ساتھ جمع بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ کوئی چیز حیوان اور گھوڑا دونوں ہوسکتی ہے مثلاً ''گھوڑا''۔

اور گھوڑا ہونا اور حیوان ہونا دونوں ایک ساتھ جدا بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ کوئی چیز ایسی بھی ہوسکتی ہے کہ وہ نہ حیوان ہو اور نہ گھوڑا ہو مثلاً ''ریڈیو'' (یہ صدق و کذب کے اعتبار سے عدمِ جدائی ہے)

۲- **مَانِعَۃُ الجَمع**: وہ قضیہ جس میں مقدم اور تالی کے درمیان جدائی یا عدمِ جدائی صرف صدق کے اعتبار سے ہو۔ موجبہ جیسے ذَالِکَ الحَیَوَانُ اِمَّا شَاۃٌ أَوْ ظَبْیٌ (یہ جانور یا بکری ہے یا ہرن ہے) سالبہ جیسے لَیْسَ أَلْبَتَّۃَ إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ ھٰذا الْإِنْسَانُ حَیَوَاناأَوْ أَسْوَدَ (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ یہ انسان حیوان ہو یا کالا ہو)

وضاحت: صدق کے اعتبار سے ''جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی ایک چیز میں بیک وقت جمع نہ ہوسکیں پہلی مثال میں بکری اور ہرن ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ یہ دونوں ایک چیز میں جمع نہیں ہو سکتے یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی جانور بکری بھی ہو اور ہرن بھی، ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ جانور نہ بکری ہو نہ ہرن بلکہ کوئی اور جانور ہو۔ جیسے شیر وغیرہ۔

اور صدق کے اعتبار سے ''عدمِ جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں جیسے دوسری مثال میں حیوان اور اسود ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں یعنی کوئی معین انسان حیوان اور اسود دونوں ہوسکتا ہے۔ البتہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی انسان نہ حیوان ہو اور نہ کالا ہو کیونکہ جب انسان ہے تو حیوان ضرور ہوگا۔

۳- **مانعةُ الخُلُو** : وہ قضیہ جس میں مقدم اور تالی کے درمیان جدائی یا عدمِ جدائی صرف کذب کے اعتبار سے ہو۔ موجبہ۔ زَیْدٌ اِمَّا فِی الْمَاءِ اَوْلَا یَغْرُقُ (زید یا تو پانی میں ہوگا یا ڈوب نہیں رہا ہوگا) سالبہ۔ لَیْسَ أَلْبَتَّةَ إِمَّا أَنْ یَکُوْنَ هٰذَا الشَّیْءُ إِنْسَاناً أَوْ فَرَساً (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ یہ چیز یا انسان ہو یا فرس ہو)

وضاحت : کذب کے اعتبار سے ''جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ مقدم اور تالی ایک چیز سے بیک وقت جدا نہ ہوسکیں جیسے پہلی مثال میں ''پانی میں ہونا'' اور ''نہ ڈوبنا'' ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ یہ دونوں بیک وقت زید سے جدا نہیں ہو سکتے یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ زید پانی میں بھی نہ ہو اور ڈوب بھی رہا ہو، ہاں ان دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے کہ زید پانی میں بھی ہو اور ڈوب نہ رہا ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ تیر رہا ہو۔

اور کذب کے اعتبار سے ''عدمِ جدائی'' کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ساتھ جدا ہو جائیں جیسے دوسری مثال میں ''انسان ہونا'' اور ''فرس ہونا'' ایسے مقدم اور تالی ہیں جو ایک ساتھ جدا ہو جاتے ہیں یعنی کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے کہ وہ نہ انسان ہو اور نہ فرس ہو مثلاً ''گدھا''۔ البتہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ دونوں جمع ہو جائیں کیونکہ کوئی چیز انسان اور فرس دونوں نہیں ہوسکتی۔

پھر قضیہ شرطیہ کی باعتبار مقدم کے چار قسمیں ہیں:

(۱) کلّیہ (۲) جزئیہ (۳) شخصیہ (۴) مُہْمَلہ

۱- **کلّیہ**: وہ قضیہ شرطیہ ہے جسمیں مقدم پر کوئی حکم تمام حالتوں میں لگایا گیا ہو جیسے کُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوجُودٌ (جب۔جب سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا)

وضاحت: اس مثال میں مقدم یعنی طلوعِ شمس پر وجودِ نہار کا حکم تمام صورتوں میں لگایا گیا ہے یعنی جب بھی سورج نکلے گا تو دن ضرور موجود ہوگا۔

۲- **جزئیہ**: وہ قضیہ شرطیہ ہے جسمیں مقدم پر کوئی حکم بعض حالتوں اور بعض صورتوں میں لگایا گیا ہو جیسے قَدْ يَكُونُ إِذَا كَانَ الشَّيْئُ حَيَوَاناً كَانَ إِنْسَاناً (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی چیز حیوان ہوتی ہے تو وہ انسان ہوتی بھی ہے)

وضاحت: اس مثال میں مقدم یعنی حیوان پر انسان ہونے کا حکم بعض صورتوں میں لگا ہے جب وہ حیوان انسان ہو اور جب وہ حیوان انسان نہ ہو تو اس پر انسان ہونے کا حکم نہیں لگے گا۔

۳- **شخصیہ** :وہ قضیہ شرطیہ ہے جسمیں مقدم کی متعین صورت پر حکم لگایا گیا ہو جیسے اِنْ جِئتَنِي الْيَوْمَ أَكْرَمْتُكَ (گرتو آج آئے گا تو میں تیرا اعزاز واکرام کرونگا)

وضاحت: اس مثال میں مقدم کی متعین صورت یعنی آج آنے پر اکرام کا حکم لگا ہے، یعنی اگر تو آج آئے گا تو میں تیرا اعزاز واکرام کرونگا۔

۴- **مہملہ**:وہ قضیہ شرطیہ ہے جسمیں مقدم کی کوئی صورت بیان نہ کیجائے جیسے اِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ مُسْلِماً كَانَ صَادِقاً (یعنی جب انسان مسلمان ہوگا تو سچا ہوگا)

وضاحت: اس مثال میں مسلم انسان پر سچا ہونے کا حکم لگا ہے لیکن یہ حکم تمام حالتوں میں ہے یا بعض حالتوں میں یہ بیان نہیں کیا گیا ہے، یعنی مسلمان بعض اوقات میں سچا ہوتا ہے یا ہمیشہ، اسمیں یہ بیان نہیں کیا گیا ہے۔

تناقض کا بیان

تناقض: دو قضیوں کا ایجاب وسلب میں اس طرح مختلف ہونا کہ ہر ایک اپنی ذات کے اعتبار سے اس بات کا تقاضا کرے کہ اگر پہلا قضیہ سچا ہے تو دوسرا ضرور جھوٹا ہے اور اگر پہلا جھوٹا ہے تو دوسرا ضرور سچا ہے۔ جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ (زید عالم ہے)۔ زَیْدٌ لَیْسَ بِعَالِمٍ (زید عالم نہیں ہے)۔

نقیض : جن دو قضیوں میں تناقض ہو ان میں ہر قضیہ دوسرے کی نقیض کہلاتا ہے۔ اور ان دونوں قضیوں کو نَقِیْضَیْن کہتے ہیں

تناقُض کا حکم: جن دو قضیوں میں تناقض ہوتا ہے وہ نہ تو ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، اور نہ ہی ایک ساتھ جدا ہو سکتے ہیں جیسے مثالِ مذکور میں نہ یہ ہوسکتا ہے کہ زید عالم بھی ہو اور جاہل بھی ہو اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ نہ عالم ہو اور نہ جاہل ہو۔

تناقض کے تحقق کی شرائط :

دو قضایا مخصوصہ کے درمیان تناقض کے ثبوت کیلئے آٹھ چیزوں میں متفق ہونا شرط ہے ان کو وحداتِ ثمانیہ بھی کہتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی شرط مفقود ہوئی تو تناقض کا تحقق نہ ہوگا۔

(۱) وحدتِ موضوع (۲) وحدتِ محمول (۳) وحدتِ مکان (۴) وحدتِ زمان (۵) وحدتِ شرط (۶) وحدتِ اضافت (۷) وحدتِ جزو کل (۸) اور قوت وفعل میں وحدت کا ہونا۔

۱- **وحدتِ موضوع** : دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو اگر موضوع ایک نہ ہو تو تناقض بھی نہیں ہوگا۔

وضاحت: جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ میں تناقض ہے کیونکہ موضوع ایک ہے، لیکن زَیْدٌ قَائِمٌ اور عُمَرُ لَیْسَ بِقَائِمٍ میں تناقض نہیں کیونکہ موضوع تبدیل ہوگیا۔

۲- **وحدتِ محمول**: دونوں قضیوں کا محمول ایک ہو ورنہ تناقض نہیں ہوگا۔

وضاحت: جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ میں تناقض ہے کیونکہ محمول ایک ہے، لیکن زَیْدٌ قَائِمٌ اور زَیْدٌ لَیْسَ بقاعدٍ میں تناقض نہیں کیونکہ محمول بدل گیا ہے۔

۳- **وحدتِ مکان**: دونوں قضیوں کا مکان ایک ہو ورنہ تناقض نہیں ہوگا۔

وضاحت: جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ فِی السُّوْقِ اور زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ فِی السُّوْقِ میں تناقض ہے کیونکہ مکان ایک ہے، لیکن زَیْدٌ قَائِمٌ فِی السُّوْقِ اور زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ فِی الدَّارِ میں تناقض نہیں کیوں کہ مکان بدل گیا ہے، کہ پہلی مثال میں زید کے لئے ''بازار'' میں کھڑے ہونے کو ثابت کیا گیا ہے اور دوسری مثال میں ''گھر'' میں کھڑے ہونے کی نفی کی گئی ہے، بازار ہی میں کھڑے ہونے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔

۴- **وحدتِ زمان**: دونوں قضیوں کا زمانہ ایک ہو ورنہ تناقض نہیں ہوگا۔

وضاحت: جیسے زَیْدٌ اٰکِلٌ فِی اللَّیْلِ اور زَیْدٌ لَیْسَ بِاٰکِلٍ فِی اللَّیْلِ میں تو تناقض ہے کیونکہ زمانہ ایک ہے، لیکن زَیْدٌ اٰکِلٌ فِی اللَّیْلِ اور زَیْدٌ لَیْسَ بِاٰکِلٍ فِی النَّهَارِ میں تناقض نہیں۔ کیوں کہ زمانہ بدل گیا ہے، کہ پہلی مثال میں زید کے لئے ''رات'' میں کھانے کو ثابت کیا گیا ہے اور دوسری مثال میں ''دن'' میں کھانے کی نفی کی گئی ہے، ''رات'' ہی میں کھانے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔

۵- **وحدتِ شرط**: دونوں قضیوں میں شرط ایک ہو ورنہ تناقض متحقق نہ ہوگا۔

وضاحت: جیسے زَیْدٌ مُتَحَرِّكُ الْفَمِ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ اٰكِلًا (زید کا منہ ہلتا ہے جبکہ وہ کھا رہا ہو) اور زَیْدٌ لَیْسَ بِمُتَحَرِّكِ الْفَمِ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ اٰكِلًا (زید کا منہ نہیں ہلتا ہے جبکہ وہ کھا رہا ہو) میں تو تناقض ہے کیونکہ منہ کے ہلنے اور نہ ہلنے کی شرط ایک ہی بیان کی گئی ہے اور وہ ''کھانا'' ہے۔ لیکن زَیْدٌ مُتَحَرِّكُ الْفَمِ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ اٰكِلًا اور زَیْدٌ لَیْسَ بِمُتَحَرِّكِ الْفَمِ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ غَیْرَ اٰكِلٍ میں تناقض نہیں، کیونکہ پہلی مثال میں منہ کے ہلنے کی شرط ''کھانا'' بیان کی گئی ہے اور دوسری مثال میں منہ کے نہ ہلنے کی شرط ''نہ کھانا'' بیان کی گئی

ہے۔اور تناقض اس وقت ہوتا جب منہ کے ملنے اور نہ ملنے کی شرط ایک ہی بیان کی جاتی۔

۶- **اضافت میں وحدت**: دونوں قضیے اضافت میں متفق ہوں یعنی پہلی قضیہ میں جو نسبت ہو دوسرے میں بھی وہی نسبت ہو ورنہ تناقض نہیں پایا جائے گا۔

وضاحت: جیسے زَيْدٌ اَخُوْ خَالِدٍ اور زَيْدٌ لَيْسَ بِأَخِيْ خَالِدٍ میں تو تناقض ہے کیونکہ دونوں میں جو نسبت بیان کی گئی ہے وہ ایک ہی ہے اور وہ ''خالد'' کا بھائی ہونا اور نہ ہونا ہے، لیکن زَيْدٌ اَخُوْ خَالِدٍ اور زَيْدٌ لَيْسَ بِأَخِيْ بَكْرٍ میں تناقض نہیں۔کیونکہ نسبت ایک نہیں ہے اسلئے کہ پہلی مثال میں زید کے لئے ''خالد'' کا بھائی ہونے کو ثابت کیا گیا ہے اور دوسری مثال میں اس سے ''بکر'' کا بھائی ہونے کی نفی کی گئی ہے، خالد ہی کا بھائی ہونے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔

۷- **جزو کل میں وحدت**: دونوں قضیے جزو کل میں برابر ہوں یعنی اگر پہلے قضیہ میں محمول کا حکم کل پر ہے تو دوسرے میں بھی کل پر ہوگا اور اگر پہلے میں جز پر ہے تو دوسرے میں بھی جز پر ہو۔ورنہ تناقض متحقق نہیں ہوگا۔

وضاحت: جیسے زَيْدٌ أَسْوَدُ اور زَيْدٌ لَيْسَ بِأَسْوَدَ میں تناقض ہے کیونکہ ''کالا ہونے اور نہ ہونے'' دونوں کا حکم پورے زید پر ہے۔لیکن زَيْدٌ أَسْوَدُ أَيْ كُلُّهٗ اور زَيْدٌ لَيْسَ بِأَسْوَدَ أَيْ اَسْنَانُهٗ میں تناقض نہیں۔کیونکہ ''کالا ہونے'' کا اثبات پورے زید کے لئے کیا گیا ہے اور اسکی نفی صرف دانتوں سے کی گئی ہے، پورے زید سے نہیں کی گئی ہے۔

۸- **قوت و فعل میں وحدت**: دونوں قضیے قوت و فعل میں برابر ہوں یعنی اگر ایک قضیہ میں محمول موضوع کیلئے بالفعل ثابت ہے تو دوسرے میں نفی بھی بالفعل ہی ہو اور اگر ایک قضیہ میں بالقوۃ ثابت ہے تو دوسرے میں نفی بھی بالقوۃ ہی ہو ورنہ تناقض نہ ہوگا۔

وضاحت: جیسے زَيْدٌ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ (زید فی الحال ہنس رہا ہے) اور زَيْدٌ لَيْسَ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ (زید فی الحال ہنس نہیں رہا ہے) میں تو تناقض ہے کیونکہ ہنسنے کا

اثبات ونفی دونوں بالفعل ہیں۔لیکن زَيْدٌ ضَاحِكٌ بَالْقُوَّةِ (زید ہنس سکتا ہے) اور زَيْدٌ لَيْسَ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ (زید فی الحال ہنس نہیں رہا ہے) میں تناقض نہیں۔ کیونکہ ہنسنے کا اثبات کا بالقوۃ ہےاور نفی بالفعل ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ بالقوۃ سے مراد یہ ہے کہ کام کرنے کی صلاحیت ہو لیکن اس وقت نہ کرے اور بالفعل سے مراد یہ ہے کہ کام کرنے کی صلاحیت بھی ہو اور اس وقت وہ کام کرے بھی۔

فائدہ: کسی شاعر نے ان وحداتِ ثمانیہ کو نظم کیا ہے۔ان اشعار کو یاد کرلو

در تناقض ہشت وحدت شرط داں — وحدتِ موضوع و محمول و مکاں

وحدتِ شرط و اضافت جز و کل — قوّت و فعل است در آخر زماں

محصورات اربعہ میں تناقض:

محصوراتِ اربعہ میں تناقض کے پائے جانے کیلئے مذکورہ وحداتِ ثمانیہ کے علاوہ ایک اور بھی شرط ہے کہ اگر ایک قضیہ کلّیہ ہو تو دوسرے کا جزئیہ ہونا ضروری ہے۔

محصورات اربعہ کے مابین تناقض:

۱) موجبہ کلّیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی ہے۔جیسے كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ (تمام انسان جاندار ہے) کی نقیض بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِحَيَوَانٍ (بعض انسان جاندار نہیں ہے)۔

۲) موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلّیہ آتی ہے۔جیسے بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ (بعض جاندار انسان ہیں) کی نقیض لَا شَيْئَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِاِنْسَانٍ (کوئی جاندار انسان نہیں ہے)۔

۳) سالبہ کلّیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ آتی ہے۔جیسے لَا شَيْئَ مِنَ الْحَيَوَانِ بِفَرَسٍ (کوئی جاندار گھوڑا نہیں ہے) کی نقیض بَعْضُ الْحَيَوَانِ فَرَسٌ (بعض جاندار گھوڑے ہیں)۔

۴) سالبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلّیہ آتی ہے۔ جیسے بَعضُ الْحَیَوانِ لَیسَ بِاِنسَانٍ (بعض جاندار انسان نہیں ہے) کی نقیض کُلُّ حَیَوانٍ اِنسَانٌ (تمام جاندار انسان ہیں)۔

عکسِ مستوی[1]

عکس کی تعریف:

عکس کے لغوی معنیٰ اُلٹا کرنا ہے جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد قضیہ کے صدق اور کیف (یعنی ایجاب وسلب) کو باقی رکھتے ہوئے طرفینِ قضیہ (موضوع ومحمول) کو اس طرح پلٹ دینا کہ محمول کو موضوع اور موضوع کو محمول بنا دیا جائے۔ جیسے: کُلُّ اِنسَانٍ حَیَوانٌ کی ترتیب بدل کر بَعضُ الْحَیَوانِ اِنسَانٌ کر دینا عکس ہے۔ اس مثال میں پہلا قضیہ اصل اور دوسرا معکوس ہے لیکن مناطقہ اسے عکس کا نام ہی دیتے ہیں، نیز عکس مستوی کا دوسرا نام عکس مستقیم ہے۔

فائدہ: صدق کے باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر عکس سے پہلے قضیہ سچا تھا تو اب بھی سچا رہے، اور کیف کے باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر پہلے سالبہ تھا تو اب بھی سالبہ ہی رہے، اگر پہلے موجبہ تھا تو اب بھی موجبہ ہی رہے۔

محصوراتِ اربعہ کا عکسِ مستوی:

(۱) موجبہ کلّیہ کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ جیسے کُلُّ اِنسَانٍ حَیَوانٌ (تمام انسان جاندار ہیں) کا عکسِ مستوی بَعضُ الْحَیَوانِ اِنسَانٌ (بعض جاندار انسان ہیں)۔

---

[1] عکسِ مستوی کی وجہ تسمیہ یہ ہے: کہ اس کو طریقِ مستوی یعنی سیدھے راستے سے مشابہت ہے کہ جس طرح سیدھے راستے میں کوئی ٹیڑھاپن اور پوشیدگی نہیں ہوتی اسی طرح عکسِ مستوی میں کوئی خفا اور پوشیدگی نہیں ہوتی بخلاف عکسِ نقیض کے کہ وہ غیر واضح ہے۔

کہ یہ جس طرح پہلے موجبہ تھا اب بھی موجبہ ہے اور جس طرح پہلے سچا تھا اب بھی سچا ہے، کیونکہ واقعی بعض جاندار انسان ہوتے ہیں جیسے انسان۔

(۲) موجبہ جزئیہ کا عکسِ مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ جیسے بَعضُ الحَیَوانِ اِنسَانٌ (بعض جاندار انسان ہیں) کا عکسِ مستوی بَعضُ الاِنسَانِ حَیَوانٌ (بعض انسان جاندار ہیں)۔ کہ یہ جس طرح پہلے موجبہ تھا اب بھی موجبہ ہے اور جس طرح پہلے سچا تھا اب بھی سچا ہے، کیونکہ واقعی بعض انسان جاندار ہوتے ہیں۔

نوٹ: عکسِ مستوی میں مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپ بَعْضُ الإنسان حیوانٌ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ اس قضیہ میں بعض انسان کو حیوان ماننے پر دوسرے بعض انسان کا حیوان نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

(۳) سالبہ کلّیہ کا عکسِ مستوی سالبہ کلّیہ آتا ہے۔ جیسے لَا شَیْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرٍ (کوئی انسان پتھر نہیں ہے) کا عکسِ مستوی لَا شَیْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِإِنْسَانٍ (کوئی پتھر انسان نہیں)۔ کہ یہ جس طرح پہلے سالبہ تھا اسی طرح اب بھی سالبہ ہے، جس طرح پہلے سچا تھا اب بھی سچا ہے کیونکہ واقعی کوئی پتھر انسان نہیں ہے۔

(۴) بعض سالبہ جزئیہ کا عکسِ مستوی تو آتا ہے۔ جیسے: بَعْضُ الْأَبْیَضِ لیس بِحَیَوانٍ کا عکسِ مستوی بَعْضُ الْحَیَوانِ لَیْسَ بِأَبْیَضَ کہ یہ جس طرح پہلے سالبہ تھا اسی طرح اب بھی سالبہ ہے، جس طرح پہلے سچا تھا اب بھی سچا ہے کیونکہ واقعی بعض جاندار سفید نہیں ہیں جیسے کالی بھینس۔ اور بعض کا نہیں آتا جیسے: بَعْضُ الْحَیَوانِ لَیْسَ بِإِنْسَانٍ کا عکس مستوی بَعْضُ الْإِنْسَانِ لَیْسَ بِحَیَوانٍ نہیں آسکتا کیونکہ یہ جھوٹا ہے اسی لئے مناطقہ سالبہ جزئیہ کے لئے عکس نہیں مانتے۔

عکسِ نقیض

قضیہ کے صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے طرفینِ قضیہ (یعنی موضوع ومحمول) کی نقیض کو اس طرح پلٹ دینا کہ موضوع کی نقیض کی جگہ محمول کی نقیض اور محمول کی نقیض کی جگہ موضوع کی نقیض آجائے۔ جیسے: كُلُّ مُومِنٌ مُتَدَيِّنٌ (ہر مومن دیندار ہے) کا عکسِ نقیض كُلُّ لَا مُتَدَيِّنٍ لَا مُؤمِنٌ ہے (ہر غیر دیندار غیر مومن ہے) کہ اسمیں موضوع (مُومِنٌ) کی نقیض (لَا مُؤمِن) کو محمول کی جگہ رکھ دیا گیا ہے اور محمول (مُتَدَيِّن) کی نقیض (لَا مُتَدَيِّن) کو موضوع کی جگہ رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ کا عکسِ نقیض كُلُّ لا حَيَوَانٍ لا إِنْسَانٌ ہے (ہر غیر جاندار غیر انسان ہے)۔

فائدہ: صدق کے باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر عکس سے پہلے قضیہ سچا تھا تو اب بھی سچا رہے، اور کیف کے باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر پہلے سالبہ تھا تو اب بھی سالبہ ہی رہے، اگر پہلے موجبہ تھا تو اب بھی موجبہ ہی رہے۔

محصوراتِ اربعہ کا عکسِ نقیض:

۱) موجبہ کلّیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلّیہ ہی آتا ہے۔ جیسے: كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ کا عکسِ نقیض كُلُّ لَا حَيَوَانٍ لَا اِنْسَانٌ (ہر غیر جاندار غیر انسان ہے)۔ کہ یہ جس طرح پہلے موجبہ تھا اب بھی موجبہ ہے اور جس طرح پہلے سچا تھا اب بھی سچا ہے، کیونکہ واقعی ہر غیر جاندار غیر انسان ہوتا ہے۔

۲) موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہیں آتا۔

۳) سالبہ کلّیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ جیسے: لَا شَيْئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ کا عکسِ نقیض بَعْضُ اللَّا حَجَرِ لَيْسَ بِلَا اِنْسَانٍ (یعنی بعض لاحجر انسان ہیں) کہ یہ جس طرح پہلے سالبہ تھا اسی طرح اب بھی سالبہ ہے، جس طرح پہلے سچا تھا اب بھی

سچا ہے کیونکہ واقعی بعض چیزیں جو پتھر نہیں ہیں وہ انسان ہیں جیسے خود انسان، کہ لاحجر ہے یعنی پتھر نہیں ہے لیکن انسان ہے۔

۴) سالبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ جیسے: بَعْضُ الْحَیَوَانِ لَیْسَ بِفَرَسٍ (بعض جاندار گھوڑے نہیں ہیں) کا عکسِ نقیض بَعْضُ اللَّا فَرَسِ لَیْسَ بِلَا حَیَوَانٍ (یعنی بعض لافرس حیوان ہیں) کہ یہ جس طرح پہلے سالبہ تھا اسی طرح اب بھی سالبہ ہے، جس طرح پہلے سچا تھا اب بھی سچا ہے کیونکہ واقعی بعض لافرس حیوان ہیں جیسے گدھا کہ یہ لافرس ہے یعنی گھوڑا نہیں ہے لیکن حیوان ہے۔

فائدہ: موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض صرف موجبہ جزئیہ ہی آسکتا ہے اور یہ ہر جگہ سچا نہیں ہوتا بلکہ بعض مقامات پر جھوٹا بھی ہوتا ہے۔ جیسے: بَعْضُ الْحَیَوَانِ لَا فَرَسٌ تو سچا ہے مگر اس کا عکسِ نقیض بَعْضُ الْفَرَسِ لَا حَیَوَانٌ جھوٹا ہے۔ حالانکہ ماقبل گزر چکا کہ اگر قضیہ عکس سے پہلے سچا تھا تو بعد میں بھی سچا ہی رہے۔

حجت[۱] اور اسکی اقسام

منطق کا موضوع معلوماتِ تصوریہ اور معلوماتِ تصدیقیہ ہیں، معلوماتِ تصوریہ کا بیان تفصیلاً گزر چکا، اب معلوماتِ تصدیقیہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ وہ معلوماتِ تصدیقیہ جو مجہولِ تصدیقی تک پہنچادے، انہیں حجت کہتے ہیں۔

اور اسکی تین قسمیں ہیں:

۱) قیاس ۲) استقراء ۳) تمثیل

[۱] حجّت کی وجہِ تسمیہ: تشریح۔ حجت بابِ نَصَرَ کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی غلبہ کے ہیں، حجت کو حجت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مدمقابل پر غلبہ کا سبب ہوتی ہے مثلاً جب تم کہو اَلْعَالَمُ حَادِثٌ جو عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہیں وہ اس کا انکار کرتے ہیں اب تم ان کے خلاف اس طرح استدلال کرو اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَ کُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ تو تم اپنے مخالف پر غالب آجاؤ گے دیکھئے یہاں حجت مدمقابل پر غلبہ کا سبب ہے اس وجہ سے اس کو حُجّت کہتے ہیں۔ یہ تسمیۃ السبب باسم المسبب کی قبیل سے ہے۔

قیاس کا بیان

قیاس کی تعریف:

"هُوَ قَوْلٌ مُؤَلَّفٌ مِن قَضَايَا يَلْزَمُ عَنْهَا قَوْلٌ اٰخَرُ بَعْدَ تَسْلِيمِ تِلْكَ الْقَضَايَا" قیاس اس قول کو کہتے ہیں جو چند ایسے قضایا سے مرکب ہوں کہ ان کو تسلیم کرنے کے بعد ایک اور قضیہ ماننا لازم آئے۔ جیسا کہ "زید مومن ہے" اور "ہر مومن نجات پانے والا ہے"۔ ان دونوں کو تسلیم کر لینے کے بعد ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ "زید نجات پانے والا ہے"۔ قیاس کی اقسام کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔ اس سے پہلے چند ضروری اصطلاحات کو بیان کیا جاتا ہے۔

قیاس سے متعلقہ چند ضروری اصطلاحات:

مقدماتِ قیاس:

جن قضایا سے قیاس مرکب ہوتا ہے انہیں مقدماتِ قیاس کہا جاتا ہے۔ جیسے أَلْعَالِمُ مُتَغَيِّرٌ وَ كُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ۔ نتیجہ أَلْعَالِمُ حَادِثٌ۔ اس مثال میں أَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ اور كُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ دو قضایا ہیں جن سے قیاس مرکب ہے یہ قضایا مقدماتِ قیاس کہلائیں گے اس کا نتیجہ اَلْعَالَمُ حَادِثٌ ہے۔

اصغر[1]: نتیجہ کے موضوع کو اصغر کہتے ہیں۔ جیسے مذکورہ بالا نتیجہ میں اَلْعَالَمُ۔

---

[1] اصغر اور اکبر کی وجہ تسمیہ: اصغر کے لغوی معنی بہت چھوٹے کے ہیں اور اکبر کے معنی بہت بڑے کے ہیں کیونکہ موضوع عام طور پر محمول سے خاص ہوتا ہے اور اس کے افراد محمول کے افراد سے کم ہوتے ہیں گویا کہ موضوع محمول سے چھوٹا ہے اور محمول موضوع سے بڑا ہے اور اس کے افراد موضوع کے افراد سے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے پہلے (موضوع) کا نام اصغر اور دوسرے (محمول) کا نام اکبر ہے۔ جیسے زید انسان (صغری) الانسان ذو جسم (کبری) زید ذو جسم (نتیجہ) دیکھے اس مثال میں اصغر (زید) اکبر (ذو جسم) سے خاص ہے اور اکبر (ذو جسم) اصغر (زید) سے عام ہے

اکبر: نتیجہ کے محمول کو اکبر کہتے ہیں۔ جیسے مذکورہ بالا نتیجہ میں حَادِثٌ۔

مقدمہ: وہ قضیہ جو قیاس کا جز بنے جیسے مذکورہ مثال میں "اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ" پہلا مقدمہ ہے اور "کُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ" دوسرا مقدمہ ہے۔

صغریٰ[1]: قیاس کے جس مقدمہ میں اصغر مذکور ہو اسے صغریٰ کہا جاتا ہے۔ جیسے مذکورہ بالا نتیجہ میں اَلْعَالَمُ (جو کہ اصغر ہے) اور قیاس کے پہلے مقدمہ (اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ) میں مذکور ہے۔ لہذا یہ مقدمہ صغریٰ کہلائے گا۔

کبریٰ[2]: قیاس کے جس مقدمہ میں اکبر مذکور ہو اسے کبریٰ کہا جاتا ہے۔ جیسے مذکورہ نتیجہ میں حَادِثٌ (جو کہ اکبر ہے) اور قیاس کے دوسرے مقدمہ (کُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ) میں موجود ہے لہذا یہ مقدمہ کبریٰ کہلائے گا۔

حدِاوسط: جو چیز قیاس کے مقدمات میں مکرر مذکور ہو۔ جیسے مذکورہ مثال میں مُتَغَیِّر۔

قرینہ اور ضرب: صغریٰ کو کبریٰ کے ساتھ ملانے کو ضرب اور قرینہ کہتے ہیں۔

شکل: حدِ اوسط کو اصغر اور اکبر کے ساتھ رکھنے سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے اسے شکل کہتے ہیں۔

نتیجہ: مقدماتِ قیاس کو تسلیم کر لینے کے بعد جس قضیہ کو ماننا پڑے اسے نتیجہ کہا جاتا ہے۔ جیسے: اَلْعَالِمُ حَادِثٌ۔

نتیجہ نکالنے کا طریقہ: صغریٰ اور کبریٰ سے حدِ اوسط کو حذف کر دینے کے بعد جو باقی رہے گا وہی نتیجہ ہے۔ جیسے عالم متغیر ہے اور ہر متغیر چیز حادث ہے اس میں سے حدِ اوسط (متغیر) کو حذف کر دینے کے بعد "عالم حادث ہے" یہ باقی بچے گا اور یہی نتیجہ ہے۔

---

[1] صغری کی وجہ تسمیہ: جس مقدمہ میں اصغر مذکور ہو اس کو صغری کہتے ہیں اس لئے کہ اس مقدمہ میں اصغر ہوتا ہے۔

[2] کبری کی وجہ تسمیہ: جس مقدمہ میں اکبر مذکور ہو اسکو کبری کہتے ہیں اس لئے کہ اس مقدمہ میں اکبر ہوتا ہے۔

قیاس کی تقسیم

قیاس کی تقسیم دو اعتبار سے کی جاتی ہے (۱) صورت کے اعتبار سے (۲) مادہ کے اعتبار سے۔

قیاسِ اقترانی : وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض بعینہٖ مذکور نہ ہو۔ جیسے اَلْعَالِمُ مُتَغَیِّرٌ وَ کُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ۔

وضاحت: یہ قیاسِ اقترانی ہے جسکا نتیجہ اَلْعَالِمُ حَادِثٌ ہے جو بعینہٖ اِس قیاس میں مذکور نہیں بلکہ اجزاء کی صورت میں قیاس کے دونوں مقدمات میں مذکور ہے۔ کہ اسکا پہلا جز ''اَلْعَالِم'' صغریٰ میں مذکور ہے اور دوسرا جز ''حَادِثٌ'' کبریٰ میں مذکور ہے۔

قیاسِ اقترانی[۱] کی اقسام

۱) قیاسِ اقترانی حملی ۲) قیاسِ اقترانی شرطی

۱) قیاسِ اقترانی حملی : وہ قیاسِ اقترانی ہے جو صرف قضایا حملیہ سے مرکب ہو۔ جیسے اَلْعَالِمُ مُتَغَیِّرٌ (صغریٰ)۔ وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ (کبریٰ)۔

وضاحت: کہ اسکے دونوں قضیے حملیہ ہیں۔

۲) قیاسِ اقترانی شرطی :

وہ قیاس جو صرف قضایا شرطیہ یا قضایا حملیہ و شرطیہ دونوں سے مرکب ہو۔

صرف شرطیہ سے مرکب کی مثال:

جیسے: (صغریٰ) کُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ۔ (جب سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا)۔ (کبریٰ) وَکُلَّمَا کَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْداً فَالْاَرْضُ مُضِیْئَةٌ

---

[۱] قیاس اقترانی کی وجہ تسمیہ قیاس اقترانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں نتیجہ حدود یعنی اصغر، اکبر اور اوسط ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوتے ہیں۔

(جب دن موجود ہوگا تو زمین روشن ہوگی)۔اسکا نتیجہ آئے گا کُلَّمَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالْاَرْضُ مُضِيْئَةٌ (جب سورج طلوع ہوگا تو زمین روشن ہوگی)

وضاحت: کہ اس قیاس کے دونوں مقدمے شرطیہ ہیں۔

حملیہ وشرطیہ دونوں سے مرکب کی مثال:

جیسے:(صغریٰ) کُلَّمَا کَانَ زَیْدٌ اِنْسَاناً کَانَ حَیَوَاناً (جب زید انسان ہوگا تو حیوان ہوگا)۔(کبریٰ) وَکُلُّ حَیَوَانٍ جِسْمٌ (ہر حیوان جسم ہے) اس کا نتیجہ آئے گا کُلَّمَا کَانَ زَیْدٌ اِنْسَاناً کَانَ جِسْماً (جب زید انسان ہوگا تو جسم ہوگا)۔

قیاسِ اقترانی کے نتیجہ دینے کی شکلیں:

قیاسِ اقترانی خواہ حملی ہو یا شرطی اس کی چار شکلیں ہیں۔جنہیں اشکالِ اربعہ کہا جاتا ہے۔اور شکل کی تعریف بیان کی جاچکی ہے۔

اشکالِ اربعہ کی تعریفات:

شکلِ اول[1]: وہ شکل ہے جس میں حدِ اوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع بن رہا ہو۔جیسے:(صغریٰ) کُلُّ مُؤْمِنٍ حَبِیْبُ اللّٰہ (ہر مومن اللہ کا پیارا ہے)۔(کبریٰ) کُلُّ حَبِیْبِ اللهِ فِی الْجَنَّةِ (ہر اللہ کا پیارا جنتی ہے)۔(نتیجہ) فَکُلُّ مُؤمِنٍ فِی الجنةِ (ہر مومن جنتی ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں ''حَبِیْبُ اللّٰہ'' حدِ اوسط ہے جو صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہے۔

[1] شکلِ اول کی وجہِ تسمیہ: شکلِ اول کو شکلِ اول اس لئے کہتے ہیں اس کا نتیجہ دینا بدیہی ہے، بغیر غور وفکر اور دلیل کے اس کا نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے اور باقی اور اشکال کا نتیجہ دینا نظری ہے یہ شکلِ اول باقی اور اشکال کے نتائج کا مرجع اور ٹھکانہ ہے، لہٰذا اس کو باقی اشکال پر علم میں اوّلیت اور فوقیت حاصل ہے اس لئے اس کا نام شکلِ اول رکھا گیا ہے۔

شکلِ ثانی[1]: وہ شکل ہے جس میں حدِ اوسط صغریٰ و کبریٰ دونوں میں محمول بن رہا ہو جیسے :(صغریٰ) ہر مومن جنتی ہے۔(کبریٰ) کوئی کافر جنتی نہیں۔(نتیجہ) کوئی مومن کافر نہیں۔

وضاحت: کہ اسمیں حدِ اوسط ''جنتی'' صغریٰ و کبریٰ دونوں میں محمول بن رہا ہے۔

شکلِ ثالث[2]: وہ شکل ہے جس میں حدِ اوسط صغریٰ و کبریٰ دونوں میں موضوع بن رہا ہو۔ جیسے (صغریٰ) ہر انسان ناطق ہے۔(کبریٰ) ہر انسان حیوان ہے۔(نتیجہ) ہر ناطق حیوان ہے۔

وضاحت: کہ اسمیں حدِ اوسط ''انسان'' صغریٰ و کبریٰ دونوں میں موضوع بن رہا ہے۔

شکلِ رابع[3]: وہ شکل ہے جس میں حدِ اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول بن رہا ہو۔ جیسے (صغریٰ) ہر مومن جنتی ہے۔(کبریٰ) ہم سب مومن ہیں۔(نتیجہ) ہم سب جنتی ہیں۔

وضاحت: کہ اسمیں حدِ اوسط ''مومن'' صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول بن رہا ہے۔

---

[1] شکلِ ثانی کی وجہِ تسمیہ: اس کو شکلِ ثانی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ شکلِ اول کے ساتھ دونوں مقدموں میں بہتر اور اشرف مقدمے یعنی صغری میں شریک ہے اس لئے کہ شکلِ اول میں حدِّ اوسط صغریٰ میں محمول ہوتا ہے اور شکلِ ثانی میں بھی حدِّ اوسط صغریٰ میں محمول ہوتا ہے۔ اس لئے افضلیت میں شکلِ ثانی کو دوسرے نمبر پر رکھا گیا۔

[2] اس کو شکلِ ثالث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ شکلِ اول کے ساتھ دونوں مقدموں میں کم تر اور ارذل مقدمے یعنی کبری کے ساتھ شریک ہے اس لئے کہ شکلِ اول میں حدِ اوسط کبریٰ میں موضوع ہوتا ہے اور شکلِ ثالث میں بھی حدِّ اوسط کبریٰ میں موضوع ہوتا ہے۔ بہر حال شکلِ ثالث شکلِ اول کے ساتھ گھٹیا مقدمے میں شریک ہونے کی وجہ سے شکلِ ثالث کو شکلِ ثانی کے اعتبار سے گھٹیا اور کم تر یعنی تیسرے نمبر پر رکھا گیا۔

[3] شکلِ رابع کی وجہِ تسمیہ: اس کو شکل رابع اسلئے کہتے ہیں وہ شکل اول سے انتہائی دور ہے اس لئے کہ یہ شکل اول کے ساتھ نہ صغریٰ میں شریک ہے نہ کبریٰ میں اس لئے اسکو آخری درجہ دے دیا گیا اور اسکو شکل رابع کہا گیا۔ یہاں تک کہ بعض مناطقہ نے اسکو شمار تک نہیں کیا۔

اشکالِ اربعہ کے نتیجہ دینے کی شرائط:

اشکال اربعہ سے نتیجہ حاصل کرنے کی چند شرائط ہیں جن کو یہاں تفصیلا بیان کیا جائیگا۔ یاد رہے کہ ہر شکل میں سولہ ضربوں کا احتمال ہے جن میں سے بعض ضربیں شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے نتیجہ دیتی ہیں اور بعض ضربیں شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے صحیح نتیجہ نہیں دیتیں۔ ان تمام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شکلِ اول کے نتیجہ دینے کی شرائط:

۱) صغری کا موجبہ ہونا (خواہ کلّیہ ہو یا جزئیہ)

۲) کبری کا کلّیہ ہونا (خواہ موجبہ ہو یا سالبہ)

شکلِ اول میں مذکورہ شرائط کے مطابق صرف چار ضروب نتیجہ دیتی ہیں۔

نقشہ ملاحظہ فرمائیں

(نقشہ شکل اول)

نمبر شمار	صغری	کبری	نتیجہ	صغری کی مثال	کبری کی مثال	نتیجہ کی مثال
۱	موجبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	کُلُّ اِنُسَانٍ حَیَوانٌ	کُلُّ حَیَوانٍ جِسُمٌ	کُلُّ إنْسَانٍ جسمٌ
۲	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•
۳	موجبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	کُلُّ اِنُسَانٍ حَیَوَانٌ	لا شَیءَ مِنَ الُحَیوَانِ بِحَجَرٍ	لا شیءَ مِن الانْسَانِ بِحَجَرٍ
۴	موجبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	بَعْضُ الُحَیَوَانِ اِنُسَانٌ	کُلُّ اِنُسَانٍ نَاطِقٌ	بَعْضُ الحیوانِ ناطقٌ

٦	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	٠	٠	٠	٠
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	بَعْضُ الْحَیَوَانِ اِنْسَانٌ	لَا شَیَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِصَاهِلٍ	بعض الحیوان لیس بصاهلٍ
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	٠	٠	٠	٠
۹	سالبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	٠	٠	٠	٠
۱۰	سالبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	٠	٠	٠	٠
۱۱	سالبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	٠	٠	٠	٠
۱۲	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	٠	٠	٠	٠
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	٠	٠	٠	٠
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	٠	٠	٠	٠
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	٠	٠	٠	٠
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	٠	٠	٠	٠

شکلِ ثانی کے نتیجہ دینے کی شرائط:

اس کے نتیجہ دینے کی دو شرطیں ہیں۔

(۱) ایجاب وسلب کے اعتبار سے دونوں مقدمات کا مختلف ہونا یعنی اگر ایک مقدمہ موجبہ ہوتو دوسرا سالبہ ہو۔

(۲) کبریٰ کا کلّیہ ہونا

شکلِ ثانی میں مذکورہ شرائط کے مطابق صرف چار ضروب نتیجہ دیتی ہے۔

(نقشہ شکل ثانی)

نمبرشمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	صغریٰ کی مثال	کبریٰ کی مثال	نتیجہ کی مثال
۱	موجبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	•	•	•	•
۲	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	۴
۳	موجبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	کُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ	لَا شَیْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِحَیَوَانٍ	لا شی من الانسان بحجر
۴	موجبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	•	•	•	•
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•

۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ	لَا شَیَ مِنَ الْفَرَسِ بانسان	بعض الحیوان لیس بفرسٍ
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•
۹	سالبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	لَا شَیَ مِنَ الْحَجَرِ بِحَيَوَانٍ	كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ	لا شی من الحجر بانسان
۱۰	سالبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•
۱۱	سالبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	•	•	•	•
۱۲	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ	كُلُّ نَاطِقٍ اِنْسَانٌ	بعض الحیوان لیس بناطق
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	•	•	•	•
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•

شکلِ ثالث کے نتیجے دینے کی شرائط:

اس کے نتیجہ دینے کی بھی دو شرطیں ہیں:

(۱) صغریٰ کا موجبہ ہونا

(۲) دونوں مقدمات میں سے کسی ایک کا کلّیہ ہونا

شکلِ ثالث میں مذکورہ شرائط کے مطابق چھ ضروب نتیجہ دیتی ہیں۔

(نقشہ شکل ثالث)

نمبرشمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	صغریٰ کی مثال	کبریٰ کی مثال	نتیجہ کی مثال
۱	موجبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	کُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ	کُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ	بعض الحَیَوان ناطقٌ
۲	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ	بَعْضُ الْاِنْسَانِ کَاتِبٌ	بَعْضُ الْحَیَوَان کَاتِبٌ
۳	موجبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	کُلُّ اِنْسَانٍ حَیَوَانٌ	لَا شَیْ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَمَارٍ	بعض الْحَیَوَان لیس بحمارٍ
۴	موجبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ	بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَیْسَ بکاتب بالفعل	بعض الناطقِ لیس بکاتبٍ بالفعل
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	بَعْضُ الْاِنْسَانِ حَیَوَانٌ	کُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ	بعض الحیوانِ ناطقٌ
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•

۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	لاشیئ من الانسان بحجرٍ	بعض الحیوان لیس بحجرٍ
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•
۹	سالبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	•	•	•	•
۱۰	سالبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•
۱۱	سالبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	•	•	•	•
۱۲	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	•	•	•	•
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	•	•	•	•
۱۶	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	•	•	•	•

نوٹ: **بعضُ الانسان حیوانٌ** میں بعض انسان کو حیوان بتانے سے بقیہ انسانوں کے حیوان ہونے کی نفی نہیں ہوتی یعنی یہاں مفہومِ مخالف معتبر نہیں ہے۔

شکلِ رابع کے نتیجہ دینے کی شرائط:

۱) دونوں مقدمے موجبہ ہوں۔ ۲) صغریٰ کلّیہ ہو

یا (۱) دونوں مقدمات ایجاب وسلب میں مختلف ہوں۔

(۲) دونوں مقدمات میں سے کوئی ایک کلّیہ ہو۔ مذکورہ شرائط کے مطابق شکل رابع میں آٹھ ضروب نتیجہ دیتی ہیں۔

(نقشہ شکل رابع)

نمبر شمار	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	صغریٰ کی مثال	کبریٰ کی مثال	نتیجہ کی مثال
۱	موجبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	کُلُّ اِنسَانٍ حَیوَانٌ	کُلُّ نَاطِقٍ اِنسَانٌ	بعض الحیوانِ ناطقٌ
۲	موجبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کُلُّ اِنسَانٍ حَیوَانٌ	بَعْضُ الْاَسْوَدِ اِنسَانٌ	بعض الحیوان اسودُ
۳	موجبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	کُلُّ اِنسَانٍ حَیوَانٌ	لَا شَی مِنَ الفرس بِانسان	بعض الحیوان لیس بفرس
۴	موجبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کُلُّ اِنسَانٍ حَیوَانٌ	بَعْضُ الاسود لَیْسَ بِانسان	بعض الحیوان لیس باسود
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	•	•	•	•
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	•	•	•	•
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	بَعْضُ الْاِنسَانِ اسود	لَا شَی مِنَ الحجر بانسان	بعض الاسود لیس بحجر

۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	۰	۰	۰	۰
۹	سالبہ کلّیہ	موجبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	لا شیئ من الانسان بحمار	کلُّ ناطقٍ انسانٌ	لا شیئ من الحمار بناطقٍ
۱۰	سالبہ کلّیہ	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	لا شیئ من الانسان بحجر	بعض الاسود انسان	بعض الحجر لیس بأسود
۱۱	سالبہ کلّیہ	سالبہ کلّیہ	۰	۰	۰	۰
۱۲	سالبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	۰	۰	۰	۰
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلّیہ	سالبہ جزئیہ	بعضُ الحیوانِ لیس باسودَ	کلُّ انسانٍ حیوانٌ	بعضُ الاسودِ لیس بانسانٍ
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	۰	۰	۰	۰
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلّیہ	۰	۰	۰	۰
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	۰	۰	۰	۰

☆......☆......☆

قیاس[1] استثنائی

وہ قیاس جس میں نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض بعینہ مذکور ہو، نیز اس میں حرفِ استثناء بھی مذکور ہو۔

فائدہ: اس قیاس میں پہلا قضیہ شرطیہ اور دوسرا حملیہ ہوتا ہے۔ جیسے (صغریٰ) اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ۔ (کبریٰ) لٰكِنَّ الشَّمْسَ طَالِعَةٌ۔ (نتیجہ) فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ۔

وضاحت: اس مثال میں نتیجہ "فالنھار موجود" بعینہ قیاس کے مقدمۂ اولیٰ (صغریٰ) میں موجود ہے لہذا یہ قیاسِ استثنائی ہے۔

قیاسِ استثنائی کی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) اتصالی (۲) انفصالی

(۱) **قیاسِ اتصالی** : وہ قیاس استثنائی جس کا پہلا مقدمہ شرطیہ متصلہ ہو۔ جیسے (صغریٰ) كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (جب سورج نکلا ہوا ہوگا تو دن موجود ہوگا)۔ (کبریٰ) لٰكِنَّ الشَّمْسَ طَالِعَةٌ (لیکن سورج نکلا ہوا ہے)۔ (نتیجہ) فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (تو دن موجود ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں پہلا مقدمہ (كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ) شرطیہ متصلہ ہے۔

(۲) **قیاسِ انفصالی** : وہ قیاس استثنائی جس کا پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ ہو۔ جیسے (صغریٰ) هٰذَا الْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ (یہ عدد یا تو جفت ہے یا طاق)۔ (کبریٰ) لٰكِنَّهٗ زَوْجٌ (لیکن یہ جفت ہے) (نتیجہ) هٰذَا الْعَدَدُ لَيْسَ بِفَرْدٍ (یہ طاق نہیں ہے)۔

---

[1] قیاس استثنائی کی وجہ تسمیہ: قیاسِ استثنائی کو قیاسِ استثنائی اس لئے کہتے ہیں وہ حرفِ استثناء یعنی لکن پر مشتمل ہوتا ہے۔

قیاسِ اتصالی میں نتیجہ نکالنے کا طریقہ:

جب قیاس میں پہلا قضیہ متصلہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) اگر عینِ مقدم کا استثناء کیا گیا ہو تو نتیجہ عینِ تالی ہوگا۔ جیسے اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (جب سورج نکلا ہوا ہوگا تو دن موجود ہوگا)۔ (کبریٰ) لٰکِنَّ الشَّمْسَ طَالِعَةٌ (لیکن سورج نکلا ہوا ہے)۔ (نتیجہ) فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ (تو دن موجود ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں بعینہٖ مقدم یعنی الشَّمْسَ طَالِعَةٌ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ بعینہٖ تالی یعنی فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ آیا ہے۔

(۲) اگر نقیضِ تالی کا استثناء کیا گیا ہو تو نتیجہ نقیضِ مقدم ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ۔ (کبریٰ) لٰکِنَّ النَّهَارَ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ لہٰذا (نتیجہ) اَلشَّمْسُ لَیْسَ بِطَالِعَةٍ ہوگا۔

وضاحت: کہ اسمیں تالی یعنی النَّهَارُ مَوْجُوْدٌ کی نقیض یعنی النَّهَارُ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ مقدم یعنی الشَّمْسَ طَالِعَةٌ کی نقیض یعنی اَلشَّمْسُ لَیْسَ بِطَالِعَةٍ ہے۔

قیاسِ انفصالی میں نتیجہ نکالنے کا طریقہ:

جب قیاس کا پہلا قضیہ شرطیہ منفصلہ حقیقیہ ہو تو اس کے نتیجہ کی مندرجہ ذیل چار صورتیں ہوں گی۔

(۱) اگر عینِ مقدم کا استثناء کیا گیا ہو تو نتیجہ نقیضِ تالی ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) هٰذَا الْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ (یہ عدد یا تو جفت ہے یا طاق)۔ (کبریٰ) لٰکِنَّهٗ زَوْجٌ. (لیکن یہ جفت ہے) (نتیجہ) هٰذَا الْعَدَدُ لَیْسَ بِفَرْدٍ (لہٰذا یہ طاق نہیں ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں بعینہٖ مقدم یعنی هُوَ زَوْجٌ کا استثناء کیا گیا ہے، اسلئے نتیجہ، تالی یعنی هُوَ فَرْدٌ کی نقیض یعنی هُوَ لَیْسَ بِفَرْدٍ آیا ہے۔

(۲) اگرعینِ تالی کا استثناء کیا گیا ہوتو نتیجہ نقیضِ مقدم ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) هٰذَا الْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ أَوْ فَرْدٌ (یہ عدد یا تو جفت ہے یا طاق)۔ (کبریٰ) لٰكِنَّهٗ فَرْدٌ (لیکن وہ طاق ہے)۔ (نتیجہ) فَهُوَ لَيْسَ بِزَوْجٍ (پس وہ جفت نہیں ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں بعینہٖ تالی یعنی هُوَ فَرْدٌ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ، مقدم یعنی هُوَ زَوْجٌ کی نقیض هُوَ لَيْسَ بِزَوْجٍ آیا ہے۔

(۳) اگرنقیضِ مقدم کا استثناء کیا گیا ہوتو نتیجہ عینِ تالی ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) هٰذَا لْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ (یہ عدد یا تو جفت ہے یا طاق)۔ (کبریٰ) لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِزَوْجٍ (لیکن یہ جفت نہیں ہے)۔ (نتیجہ) هُوَ فَرْدٌ (لہذا یہ طاق ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں مقدم یعنی هُوَزَوْجٌ کی نقیض یعنی هُوَلَيْسَ بِزَوْجٍ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ بعینہٖ تالی یعنی هُوَ فَرْدٌ آیا ہے۔

(۴) اگرنقیضِ تالی کا استثناء کیا گیا ہوتو نتیجہ عینِ مقدم ہوگا جیسے (صغریٰ) هٰذَا لْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ (یہ عدد یا تو جفت ہے یا طاق)۔ (کبریٰ) لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِفَرْدٍ (لیکن یہ طاق نہیں ہے)۔ (نتیجہ) هُوَ زَوْجٌ (لہٰذا یہ جفت ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں تالی یعنی هُوَ فَرْدٌ کی نقیض یعنی هُوَ لَيْسَ بِفَرْدٍ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ بعینہٖ مقدم یعنی هُوَ زَوْجٌ آیا ہے۔

اگر قیاسِ انفصالی کا پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہو:

تو اسکا نتیجہ دو طرح سے ہوگا:

(۱) اگرنقیضِ مقدم کا استثناء کیا گیا ہوتو نتیجہ عینِ تالی ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) هٰذَا الشَّيْءُ اِمَّا لَا شَجَرٌ اَوْ لَا حَجَرٌ (یہ چیز یا تو غیر درخت ہے یا غیر پتھر ہے)۔ (کبریٰ) لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِلَا شَجَرٍ (لیکن یہ غیر شجر نہیں ہے یعنی شجر ہے)۔ (نتیجہ) هُوَ لَا حَجَرٌ (لہٰذا یہ لاحجر ہے یعنی حجر نہیں ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں مقدم یعنی ھُوَ لَاشَجَرٌ کی نقیض یعنی ھُولَیُس بِلَا شَجَرٍ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ بعینہٖ تالی یعنی ھُوَ لَا حَجَرٌ آیا ہے۔ نیز اسکا پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

(۲) اور اگر نقیضِ تالی کا استثناء کیا گیا ہو تو نتیجہ عینِ مقدم ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) ھذا الشَّیُٔ اِمَّا لَا شَجَرٌ اَوْ لَا حَجَرٌ (یہ چیز یا تو غیر درخت ہے یا غیر پتھر ہے)۔ (کبریٰ) لٰکِنَّہٗ لَیُسَ بِلا حَجَرٍ (لیکن یہ لا حجر نہیں ہے یعنی حجر ہے)۔ (نتیجہ) ھُوَ لَا شَجَرٌ (لہٰذا وہ غیر شجر ہے یعنی شجر نہیں ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں تالی یعنی ھُوَ لَا حَجَرٌ کی نقیض یعنی ھُوَ لَیُسَ بِلا حَجَرٍ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ بعینہٖ مقدم یعنی ھُوَ لَا شَجَرٌ آیا ہے۔ نیز اسکا پہلا مقدمہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے۔

اگر قیاسِ انفصالی کا پہلا مقدمہ مانعۃ الجمع ہو:

تو اسکا بھی دو طرح سے نتیجہ ہوگا:

(۱) اگر عینِ مقدم کا استثناء کیا گیا ہو تو نتیجہ نقیضِ تالی ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) ھٰذا الشَّیُٔ اِمَّا شَجَرٌ اَوْ حَجَرٌ (یہ چیز یا تو شجر ہے یا حجر ہے)۔ (کبریٰ) لٰکِنَّہٗ شَجَرٌ (لیکن یہ شجر ہے)۔ (نتیجہ) ھُوَ لَیُسَ بِحَجَرٍ (لہذا یہ پتھر نہیں ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں بعینہٖ مقدم یعنی ھُوَ شَجَرٌ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ تالی یعنی ھُوَ حَجَرٌ کی نقیض ھُوَ لَیُسَ بِحَجَرٍ آیا ہے۔ نیز اسکا پہلا مقدمہ مانعۃ الجمع ہے۔

(۲) اگر عینِ تالی کا استثناء کیا گیا ہو تو نتیجہ نقیضِ مقدم ہوگا۔ جیسے (صغریٰ) ھٰذا الشَّیُٔ اِمَّا شَجَرٌ اَوْ حَجَرٌ (یہ چیز یا تو شجر ہے یا حجر ہے)۔ (کبریٰ) لٰکِنَّہٗ حَجَرٌ (لیکن یہ حجر ہے)۔ (نتیجہ) ھُوَ لَیُسَ بِشَجَرٍ (لہذا یہ شجر نہیں ہے)۔

وضاحت: کہ اسمیں بعینہٖ تالی یعنی ھُوَ حَجَرٌ کا استثناء کیا گیا ہے اسلئے نتیجہ مقدم یعنی ھُوَ شَجَرٌ کی نقیض یعنی ھُوَ لَیُسَ بِشَجَرٍ آیا ہے۔ نیز اسکا پہلا مقدمہ مانعۃ الجمع ہے۔

استقراء کا بیان

استقراء کے لغوی معنی ہیں جائزہ لینا، تلاش و جستجو کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں کسی کلّی کی جزئیات کا جائزہ لینا۔ اور جب ہر ہر جزئی میں کوئی خاص بات ملے تو کلّی کے تمام افراد پر اس خاص بات کا حکم کر دینا جیسے ''دہلی کا رہنے والا'' ایک کلّی ہے اور دہلی میں رہنے والے سب لوگ اس کی جزئیات ہے کسی نے انکا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک عقل مند ہے۔ پس اس نے کلّی حکم لگا دیا کہ ''دہلی کے رہنے والے عقل مند ہیں'' تو یہ استقرائی حکم ہے۔

استقراء کا حکم:

استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا اس لئے کہ ممکن ہے کہ دہلی کا رہنے والا کوئی آدمی ایسا بھی ہو جس میں عقل نہ ہو اور وہ اس شخص کی تلاش میں نہ آیا ہو البتہ اگر کسی کلّی کے افراد محدود ہوں ہر ہر فرد کا جائزہ لیکر کوئی حکم لگایا جائے تو وہ قطعی ہو جیسے اہل حق کا یہ فیصلہ کہ تمام صحابہ کرامؓ روایتِ حدیث میں معتبر ہیں۔ کیونکہ صحابہ کی تعداد محدود ہے اور ہر ہر صحابی جائزہ میں معتبر ثابت ہوا ہے اسلئے صحابہ پر معتبر ہونے کا حکم قطعی ہے۔

تمثیل کا بیان

تمثیل کے لغوی معنی ہیں مشابہت دینا، ایک جیسا ہونا، بتلانا۔ اور اصطلاحی معنی ہیں جب کسی خاص جزئی میں کوئی بات (حکم) ملے اور سوچنے سے اس کی وجہ (علت) بھی معلوم ہو جائے پھر وہی وجہ ایک دوسری جزئی میں بھی پائی جائے پس اس میں بھی وہی بات ثابت کرنا تمثیل ہے۔ فقہا کی اصطلاح میں اسکو قیاس کہتے ہیں۔ جیسے قرآن پاک میں یہ حکم ہے کہ شراب حرام ہے، اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی وجہ نشہ آور ہونا ہے اور یہی وجہ بھنگ، افیم، چرس اور گانجے میں بھی پائی گئی تو ان میں بھی حرام ہونے کا حکم لگا دیا۔

تمثیل میں چار چیزیں ہوتی ہیں:

(۱) **اصل یامَقِیس علیہ**: وہ پہلی چیز جسمیں وہ حکم ملا ہے۔ جیسے: شراب

(۲) **فرع یا مَقِیس**: وہ دوسری چیز جس میں پہلی چیز کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ جیسے: بھنگ وغیرہ

(۳) **علّت**: وہ وجہ ہے جو پہلی چیز میں سے سوچ کر نکالی گئی ہے۔ جیسے نشہ آور ہونا

(۴) **حکم**: وہ بات جو اصل میں تھی اور اسکو فرع میں بھی جاری کیا گیا۔ جیسے حرام ہونا

تمثیل کا حکم: تمثیل سے بھی یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ مقیس علیہ میں سے جو علت نکالی گئی ہے ممکن ہے وہ اس حکم کی علت نہ ہو۔

قیاس کی مادہ کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں:

۱) قیاسِ برہانی -۲) قیاسِ جدلی -۳) قیاسِ خطابی -۴) قیاسِ شعری -۵) قیاسِ سفسطی اور انکو صناعاتِ خمسہ بھی کہتے ہیں۔

(۱) **قیاسِ برھانی**[۱]: وہ قیاس ہے جو مقدماتِ یقینیہ سے بنے خواہ وہ مقدمات بدیہی ہو یا نظری۔

جیسے ''حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' (صغریٰ) اور ''اللہ کا ہر رسول واجب الاطاعت ہے'' (کبریٰ) پس ''حضرت محمد ﷺ واجب الاطاعت ہے'' (نتیجہ)

وضاحت: اس قیاس کے دونوں مُقدّمیں (صغریٰ اور کبریٰ) یقینی ہیں۔

(۲) **قیاسِ جدلی**: وہ قیاس ہے جو مقدماتِ مشہورہ سے یا کسی فریق کے مانے ہوئے مقدمات سے بنے خواہ وہ مقدمات صحیح ہوں یا غلط۔ جیسے ہندوؤں کا یہ کہنا کہ ''جانور ذبح کرنا برا ہے'' (صغریٰ) اور ''ہر برا کام واجب الترک ہے'' (کبریٰ) پس ''جانور کا ذبح کرنا واجب الترک ہے'' (نتیجہ)

---

[۱] برہان کی وجہ تسمیہ: برہان کے معنی دلیل کے ہیں، چونکہ قیاس برہانی یقینی مقدمات سے مرکب ہوتا ہے اس لئے قطعی دلیل کہلانے کا یہی مستحق ہے۔

وضاحت: کہ یہ قیاس ایسے مقدمات سے مرکب ہے جو ہندوؤں کے نزدیک مشہور ہیں اگرچہ صحیح نہیں ہیں۔

(۳) **قیاسِ خطابی** :وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے بنے جن کے بارے میں غالب گمان صحیح ہونے کا ہو جیسے ''کھیتی نفع بخش چیز ہے'' (صغریٰ) اور ''ہر نفع بخش چیز اختیار کرنے کے قابل ہے'' (کبریٰ) پس ''کھیتی کرنا اختیار کرنے کے قابل ہے'' (نتیجہ)

وضاحت: اس قیاس کا پہلا مقدمہ (''کھیتی نفع بخش چیز ہے'') اور اسی طرح دوسرا مقدمہ (''ہر نفع بخش چیز اختیار کرنے کے قابل ہے'') محض غالب گمان سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ عموماً کھیتی میں نفع ہوتا ہے لیکن یقینی نہیں ہے کیونکہ کھیتی میں نقصان بھی ہوجاتا ہے۔

(۴) **قیاسِ شعری** :وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے بنے جو محض خیالی ہوں خواہ واقع میں سچے ہوں یا جھوٹے۔ جیسے: ''زید چاند ہے'' (صغریٰ) اور ''ہر چاند روشن ہے'' (کبریٰ) پس ''زید روشن ہے'' (نتیجہ)

وضاحت: کہ اسکے دونوں مقدمات خیالی ہیں

(۵) **قیاسِ سفْسِطی** :وہ قیاس ہے جو وہمی اور جھوٹے مقدمات سے بنے۔ جیسے: گھوڑے کی تصویر کے بارے میں کہیں کہ یہ گھوڑا ہے (صغریٰ) اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے (کبریٰ) پس یہ ہنہنانے والا ہے۔ (نتیجہ)

وضاحت: اسکے مقدمات جھوٹے ہیں

فائدہ: صناعاتِ خمسہ میں سے معتبر صرف برہان ہے وہی مفیدِ یقین ہے باقی کوئی مفیدِ ظن ہے جیسے خطابی، اور کوئی کچھ بھی نہیں، جیسے سِفسِطی

قیاسِ برہانی کی دو قسمیں ہیں: (۱) دلیلِ لِمّی (۲) دلیل اِنّی

حدِ اوسط نتیجہ کے علم کی علت ہے : قیاس میں دو قضیوں کو ماننے کی وجہ سے جو ہم کو نتیجہ کا علم ہوتا ہے وہ حدِ اوسط کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے ''ہر انسان جاندار ہے''

(صغریٰ) اور ''ہر جاندار جسم دار ہے'' (کبریٰ) ان دو باتوں سے ہمیں یہ علم ہوا کہ ہر انسان جسم والا ہے۔ یہ علم ہمیں حدِ اوسط ''جاندار'' کی وجہ سے حاصل ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے صغریٰ میں حدِ اوسط اصغر کے لئے ثابت کی گئی ہے پھر کبریٰ میں اسی حد اوسط کے لئے اکبر کو ثابت کیا گیا ہے اور ثابت کا ثابت، ثابت ہوتا ہے۔ پس اکبر بھی حدِ اوسط کے توسط سے اصغر کے لئے ثابت ہوگا اور وہی نتیجہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدِ اوسط قیاس میں ہمارے لئے نتیجہ کے علم کی علت ہے۔

دلیلِ لمی[۱]: وہ قیاس ہے جس میں حدِ اوسط جس طرح نتیجہ کے علم کی علت ہے حقیقت میں بھی علت ہو۔ جیسے: ''زمین دھوپ والی ہے'' (صغریٰ) اور ''ہر دھوپ والی چیز روشن ہوتی ہے'' (کبریٰ) پس ''زمین روشن ہے'' (نتیجہ) اس قیاس میں حد اوسط ''دھوپ والی'' ہے اسی کے توسط سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ''زمین روشن ہے'' اسی طرح حقیقت میں بھی زمین کے لئے ''دھوپ والی ہونا'' اسکے ''روشن ہونے'' کی علت ہے۔

دلیلِ انّی[۲]: وہ قیاس ہے جس میں حدِّ اوسط صرف نتیجہ کے علم کی علت ہو، حقیقت میں علت نہ ہو، بلکہ واقع میں معاملہ الٹا ہو۔ جیسے: یہ کہنا کہ ''زمین روشن ہے'' (صغریٰ) اور ''ہر روشن چیز دھوپ والی ہے'' (کبریٰ) پس ''زمین دھوپ والی ہے'' (نتیجہ) اس قیاس میں حد اوسط ''روشن ہونا'' ہے اس کے ذریعہ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ زمین دھوپ والی ہے، مگر

---

۱ برہان لمی کی وجہ تسمیہ: لمی یہ لِمَ سے ماخوذ ہے اور لم کے معنی ہیں جس کے ذریعہ کسی چیز کی علت معلوم کی جائے اور برہان بھی حقیقت میں حکم کی علت پر دلالت کرتی ہے اس وجہ سے اس کو برہان لمی کہتے ہیں۔
فائدہ: لِمَ کی اصل لِما ہے آخر سے الف حذف کر دیا گیا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب ما استفہامیہ پر حرف جر داخل ہو تو آخر سے الف حذف ہو جاتا ہے پھر میم پر تشدید دے دی گئی لِمّ ہو گیا۔

۲ برہان اِنّی کی وجہ تسمیہ: یہ اِنَّ سے ماخوذ ہے جو کہ حرف مشبہ بالفعل ہے جس کے معنی تحقق اور اثبات کے ہیں اور یہ برہان بھی چونکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حکم ذہن میں ثابت ہے وہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ حکم خارج میں ثابت ہے اس وجہ سے اس کو برہانِ اِنّی کہتے ہیں۔

حقیقت میں زمین کے دھوپ والی ہونے کی علت ''روشن ہونا'' نہیں ہے، کیونکہ روشنی تو بجلی کی بھی ہوسکتی ہے، بلکہ معاملہ الٹا ہے، کیونکہ دھوپ کی وجہ سے روشنی ہوتی ہے روشنی کی وجہ سے دھوپ نہیں ہوتی۔

فائدہ : دلیلِ لمی واِنی کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے۔علت سے معلول کو سمجھنا ''دلیل لمی''، اور معلول سے علت کو سمجھنا دلیل اِنی کہلاتا ہے۔جیسے آگ سے دھواں کو سمجھنا ''دلیل لمی'' ہے کیونکہ آگ دھویں کے لئے علت ہے۔جبکہ دھویں سے آگ کو سمجھنا دلیلِ اِنی ہے، کیونکہ دھواں، آگ کا معلول ہے اسکی علت نہیں ہے۔

قیاس کے قضایا کی اقسام

وہ قضایا جن سے مل کر قیاس بنتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) یقینیہ (۲) غیر یقینیہ

قضایا یقینیہ کی اقسام:

ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بدیہیات (۲) نظریات

قضایائے بدیہیہ کی اقسام:

ان کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) أَوَّلِیَّات (۲) مُشَاهَدَات (۳) مُتَوَاتِرَات

(۴) تَجربیّات (۵) حَدْسِیَّات (۶) فِطْرِیَّات

(۱) **أَوَّلِیَات**: وہ قضایا بدیہیہ جن میں یقین محض موضوع ومحمول اور نسبت کے تصور سے حاصل ہوجائے اور کسی واسطے یا دلیل کی ضرورت نہ ہو۔جیسے: اَلْکُلُّ أَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ (کل جز سے بڑا ہے)۔

وضاحت: جیسے ''کل کا جز سے بڑا ہونا'' محض موضوع ومحمول اور نسبت کے تصور سے معلوم ہو جاتا ہے کسی دلیل اور واسطے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مشاھدات: وہ قضایا ہیں جو حواسِ خمسہ ظاہرہ یا حواسِ خمسہ باطنہ سے جانے گئے ہوں۔ جیسے: سورج روشن ہے، یہ آنکھ کے ذریعہ معلوم کیا گیا ہے جو حسِ ظاہر ہے۔ اور ہمیں بھوک پیاس لگتی ہے، یہ حسِ باطنی کے ذریعہ جانا گیا ہے۔

وضاحت: اَلشَّمْسُ طَالِعَۃٌ اس مثال میں آنکھ کے ذریعے ہمیں معلوم ہوا کہ سورج چمکنے والا ہے یہ ظاہری حس کی مثال ہے اور **أنا جَائِعٌ** میں بھوک کا حکم لگانا حسِ باطنی کی مثال ہے۔

فائدہ: جن قضایا میں ''حسِ ظاہر'' کی ضرورت ہو تو ان قضایا کو ''حسیات'' اور جن میں ''حسِ باطن'' کی ضرورت ہو انہیں ''وجدانیات'' کہتے ہیں۔

(۳) **متواترات:** وہ قضایا بدیہیہ جن کا یقین ایسی جماعت کے خبر دینے سے حاصل ہو جن کے جھوٹ پر جمع ہونے کو عقلِ صحیح محال سمجھے۔ جیسے بیت اللہ مکہ مکرمہ میں ہے۔

وضاحت: کہ ہمیں یہ بات اتنے لوگوں نے بتا دی ہے کہ ان سب کو جھوٹا نہیں سمجھا جا سکتا۔

(۴) **تجربیّات:** وہ قضایا بدیہیہ جن پر یقین بار بار تجربہ کی بنا پر حاصل ہوا ہو۔ جیسے جوارش جالینوس معدہ کو تقویت دیتی ہے،

وضاحت: ہمیں یہ بات بار بار کے تجربے سے معلوم ہوئی ہے۔

(۵) **حدسیات:** وہ قضایا ہیں جن کی طرف ذہن ایک دم پہنچ جائے، صغریٰ کبریٰ ترتیب دینے کی ضرورت نہ پڑے۔

وضاحت: جیسے: فن نحو کے ماہر سے پوچھا جائے کہ مساجدُ کیا ہے؟ تو وہ فوراً کہے گا کہ غیر منصرف ہے، جمع منتہی الجموع کا وزن ہے۔ اسے صغریٰ اور کبریٰ کو ترتیب دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

(٦) **فطریات**: وہ قضایا بدیہیہ کہ جب وہ ذہن میں آئیں تو ساتھ ہی دلیل بھی ذہن میں آجائے۔ جیسے اَلْأَرْبَعَۃُ زَوْجٌ۔

وضاحت: اس قضیہ کے ذہن میں آتے ہی فوراً دلیل بھی ذہن میں آجاتی ہے کہ چار دو حصوں میں برابر تقسیم ہو جاتا ہے اور جو دو برابر حصوں میں تقسیم ہو جائے وہ جفت ہوتا ہے لہذا چار جفت ہے۔

قضایا غیر یقینیہ کی اقسام

ان کی سات قسمیں ہیں:

(۱) **مُسَلَّمَات** (۲) **مَشْهُوْرَات** (۳) **مَقْبُوْلَات** (۴) **مَظْنُوْنَات** (۵) **مُخَيَّلَات** (٦) **مُشَبَّهَات** (۷) **وَهْمِيَّات**.

(۱) **مُسَلَّمَات**: وہ قضایا جو بحث کرنے والے دونوں فریقوں کے درمیان تسلیم شدہ ہوں۔ جیسے: اَلظُّلْمُ قَبِيْحٌ۔

وضاحت: کہ "ظلم کا قبیح ہونا" سب کے نزدیک مسلم ہے۔

(۲) **مَشْهُوْرَات**: وہ قضایا جن میں کسی قوم کی رائے متفق ہو۔ جیسے: اَلْإِحْسَانُ حَسَنٌ۔

وضاحت: کہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ "حسنِ سلوک" بہترین عادت ہے۔

(۳) **مقبولات**: بلند مرتبہ ہستیوں کے وہ اقوال جن کو لوگ "حسنِ ظن" کی بناء پر قبول کرتے ہیں۔ جیسے: امام ابوحنیفہ کے اقوال ہم حسنِ ظن کی بنا پر قبول کرتے ہیں۔

(۴) **مظنونات**: وہ قضایا جن میں حکم، ظنِ غالب کی بناء پر لگا دیا جاتا ہو۔ جیسے: زید رات کو چھپ چھپ کر گلیوں میں گھومتا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو چھپ چھپ کر گلیوں میں رات کو گھومے چور ہوتا ہے۔ لہذا زید چور ہے۔

وضاحت: یہاں زید پر چوری کا حکم "ظنِ غالب" کی وجہ سے لگایا گیا ہے۔

یقین کی وجہ سے نہیں ۔ کیونکہ چھپ ۔ چھپ کر گھومنے والا چور ہی ہو ایسا ضروری نہیں ہے۔

(۵) **مخیلات** : وہ قضایا کہ جن کی وجہ سے ذہن میں رغبت یا نفرت پیدا ہوتی ہے۔
جیسے :اَلْعَسَلُ حُلْوَۃٌ (شہد میٹھا ہے)۔اور اَلصَّبِرُ مُرٌّ (ایلوا تلخ ہے)

وضاحت: مثالِ اول میں ''شہد'' کی طرف رغبت اور مثالِ ثانی میں ایلوے سے نفرت پیدا ہو رہی ہے۔

(۲) **مشبہات**:وہ قضایا جن میں محض صورۃً مشابہت کی بناء پر حکم لگایا جاتا ہے۔
جیسے: گھوڑے کی تصویر دیکھ کر کہا ھٰذَا فَرَسٌ۔

وضاحت: چونکہ ''گھوڑے'' کی تصویر گھوڑے کے مشابہ ہوتی ہے اسی لئے یہاں اسے ہی گھوڑا کہہ دیا گیا ہے۔

(۷) **وھمیات**:وہ جھوٹے قضیے جس میں وہم ،غیر محسوس کو محسوس قیاس کرنے لگے۔
جیسے اَلْعَقَلُ مُشَارٌ اِلَیْہِ (عقل کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے)

وضاحت: یہاں وہم نے ''عقل'' کو جو غیر محسوس ہے محسوس سمجھا ہے کیونکہ محسوس چیز ہی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے حالانکہ ''عقل'' محسوس چیز نہیں ہے اسلئے اسکے لئے اشارہ کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ قضیہ جھوٹا ہے۔

آج بروز جمعہ ۱۰:۲۰ پر یہ کتاب باری تعالی کے فضل کرم سے پوری ہوئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلیٰ مَنْ کَانَ نَبِیّاً
وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ

☆......☆......☆

خصوصیات

(۱) اس کتاب میں پورا فنِ منطق بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اسلئے یہ ''المنطق ، شرح تہذیب ، قطبی اور سلم کے طلبہ کے لئے یکساں مفید ہے۔

(۲) ہر مضمون کے تحت ''وضاحت'' کے عنوان سے ایک تفصیل پیش کی گئی ہے جو اس فن کو انتہائی آسان اور سہل بنا دیتی ہے۔

(۳) حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ نہایت آسان ہوں تا کہ ہر طالبِ علم کماحقہٗ فائدہ اٹھا سکے۔

(۴) ہر تعریف کی مثال بیان کر کے تعریف کا اس مثال پر انطباق کیا گیا ہے ، جس سے یہ فن طلبہ کے لئے غایت درجہ آسان اور واضح ہو گیا ہے۔

(۵) ''شرح تہذیب ، قطبی اور سلم'' میں سے جو مضمون جس میں زیادہ محقق ہے اسی کو لیا گیا ہے ، غیر محقق مضامین سے بالکلیہ احتراز کیا گیا ہے۔

(۶) ''المنطق'' وغیرہ میں جو غلطیاں ہیں انکی تصحیح کر دی گئی ہے۔

MAKTABA SAEEDIA
Saharanpur U.P. M. 8535013124
Email. aazeemsaeedi949@gmail.com